ماہنامہ
خالد
ربوہ
اس شمارے میں
حضرت مسیح ہندوستان کب آئے
ہمارا مطمح نظر
ایک دلچسپ سائیکل سفر
مجلس سوال وجواب
تعارف کتب
اور
منظوم کلام وغیرہ
ایڈیٹر
مبشر احمد ایاز
مارچ ۱۹۹۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ خالد ربوہ

جلد ۳۷ شمارہ ۵

امان ۱۳۶۹ ھش

مارچ ۱۹۹۰ء

قیمت: سالانہ تیس روپے، فی پرچہ تین روپے

(ایڈیٹر)

مبشر احمد ایاز

فہرست مضامین

پبلشر: مبارک احمد خالد — پرنٹر: قاضی منیر احمد — مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد، دار الصدر جنوبی، ربوہ

اداریہ

دینِ حق کی سربلندی اور فتح اور غلبہ کی بنیاد

وہ دن کتنا مبارک دن ہوگا جس دن خدا کی اور خدا کے پیارے رسول حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پوری ہوئی اور "دینِ حق" کی سربلندی اور فتح اور غلبہ کی بنیاد رکھی گئی، یعنی ۲۳ر مارچ ۱۸۸۹ء کا دن۔ جب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو خدا نے "دینِ حق" کی خدمت کے لیے کھڑا کیا اور آپ نے خدا کے حکم کے مطابق لوگوں کو اپنی طرف بلایا اور فرمایا کہ "دینِ حق" کی تائید اور نصرت کے لیے، قرآن کی حفاظت کے لیے محمدؐ کے پیغام اور توحید کے جھنڈے کو ساری دنیا میں لہرانے کے لیے آؤ میرے ہاتھ میں ہاتھ دو۔۔۔

۲۳ر مارچ کے دن یہ مختصر سا قافلہ منزل کی طرف رواں ہوا۔ اور آج ایک صدی ہوئی ہے کہ ساری دنیا پر احمدیت کا سورج غروب نہیں ہوتا۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی ساری عمر دینِ حق اور توحید کی اشاعت میں گزار دی۔ آپ کی بعثت سے قبل توحید اور دینِ حق کا پودا مرجھا رہا تھا۔ خدا اور اس کے رسولؐ اور قرآن کا پیارا اور نورانی چہرہ عیسائیت اور دہریت کی گرد سے چھپا ہوا تھا لیکن آپ نے ساری دنیا میں زندہ مذہب، زندہ خدا، زندہ کتاب اور زندہ نبی کو پیش کر کے ایک روحانی انقلاب پیدا کر دیا اور "دینِ حق" کو نہ صرف دلائل اور براہین کے ساتھ بلکہ زندہ معجزات کو پیش کر کے تمام ادیان پر غالب کر دکھایا۔۔۔

ہمیں چاہیئے کہ اِس روز خدا تعالیٰ کی اِس نعمت پر اس کے حضور سجداتِ شکر بجا لائیں اور خدا کے حضور اظہارِ تشکر کے طور پر اپنے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کرنے کا عہد کریں اور دعا کریں کہ اے خدا تو ہمیں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی پیش کردہ قرآنی تعلیم پر اور امام وقت کی آواز پر لبیک کہنے کی توفیق بخش اور ہمیں اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر کرنے کی توفیق دے جو تو نے اپنے خاص فضل اور کرم سے احمدیت کی شکل میں ہمیں دی۔ اور اے خدا تو اپنے اس پاک اور برگزیدہ مسیح پر اپنی رحمت اور سلامتی بھیج اور دنیا کے مونہہ ادھر پھیر دے تاکہ وہ تیرے پیارے چہرہ کو دیکھ سکیں۔ آمین

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا

(درثمین)

کلام الامام امام الکلام

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا منتخب نعتیہ کلام

۱۔ وَفِیْ مُھْجَتِیْ فَوْرٌ وَّجَیْشٌ لِاَمْدَحَا　　سُلَالَۃَ اَنْوَارِ الْکَرِیْمِ مُحَمَّدَا

اور میری جان میں ایک جوش اور ولولہ ہے تا میں خدائے کریم کے نوروں کے خلاصے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کروں

۲۔ کَرِیْمُ السَّجَایَا اَکْمَلُ الْعِلْمِ وَالنُّھٰی　　شَفِیْعُ الْبَرَایَا مَنْبَعُ الْفَضْلِ وَالْھُدٰی

وہ اعلیٰ خصائل والا اور علم و عقل میں اکمل ہے۔ سب مخلوق کا شفیع اور فضل و ہدایت کا منبع ہے

۳۔ لَہٗ دَرَجَاتٌ لَیْسَ فِیْھَا مُشَارِکٌ　　شَفِیْعٌ یُزَکِّیْنَا وَیُدْنِی الْمُبَعَّدَا

آپ کو ایسے درجات حاصل ہیں جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں وہ شفیع ہے ہمیں پاک کرتا ہے اور دور شخص کو قریب کر دیتا ہے

۴۔ وَمَا ھُوَ اِلَّا نَائِبُ اللّٰہِ فِی الْوَرٰی　　وَفَاقَ جَمِیْعًا رَحْمَۃً وَّتَوَدُّدَا

اور وہ تو مخلوق میں صرف اللہ کا نائب ہے اور رحمت اور محبت میں وہ سب سے بڑھ گیا ہے (کرامات الصادقین)

۵۔ شانِ احمد را کہ داند جز خداوندِ کریم　　آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

۶۔ زاں نمط شد محوِ دلبر کز کمالِ اتحاد　　پیکرِ او شد سراسر صورتِ ربِّ رحیم

۷۔ در رہِ عشقِ محمدؐ ایں سر و جانم رود　　ایں تمنّا، ایں دعا، ایں در دلم عزمِ صمیم

۸۔ وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا　　نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

۹۔ سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر　　لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

۱۰۔ وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے　　وہ طیب و امیں ہے اُسکی ثناء یہی ہے

تعارفِ کتب

لیکچر سیالکوٹ

مجلس خدام الاحمدیہ شعبہ تعلیم کی طرف سے مطالعہ کتب کے سلسلہ میں ماہ مارچ کیلئے حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی کتاب "لیکچر سیالکوٹ" مطالعہ کے لیے مقرر ہے اس کا خلاصہ اور اہم سوالات پیشِ خدمت ہیں۔

تاریخ تصنیف : یکم نومبر ۱۹۰۴ء
صفحات : ۴۶
(روحانی خزائن جلد ۲۰)

یہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا ایک لیکچر ہے جو ۲ نومبر ۱۹۰۴ء کو سیالکوٹ کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے ایک کثیر مجمع میں آپ کی موجودگی میں مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے پڑھا۔ یہ "لیکچر سیالکوٹ" کے نام سے بھی موسوم ہے۔

اس میں حضور نے "دینِ حق" اور دوسرے مذاہب کا موازنہ کرتے ہوئے "دینِ حق" کی حقانیت اور زندگی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تمام مذاہب ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی تھے لیکن "دینِ حق" کے بعد اللہ تعالیٰ نے باقی تمام مذاہب کی نگہداشت چھوڑ دی ہے جبکہ "دینِ حق" میں مجددین و مصلحین کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے چودھویں صدی میں "دینِ حق" کی تجدید کے لیے ایک مامور کو مبعوث فرمایا ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اس لیکچر میں پہلی مرتبہ ہندوؤں کے لیے کرشن ہونے کا دعویٰ پیش فرمایا۔ پھر آپ نے بحیثیتِ کرشن آریہ صاحبان کو روح و مادہ، نجات اور تناسخ وغیرہ کے متعلق اُن کی غلطیوں کی طرف توجہ دلائی۔

اِس لیکچر کے آخر پر حضور نے اپنی صداقت کے چند دلائل بیان فرمائے ہیں جن میں سب سے پہلے وہ علامات ذکر فرمائی ہیں جو قرآن کریم اور احادیث میں آنے والے مسیح اور مہدی کے ظہور کے لیے مقدر تھیں۔ اور پھر اپنے الہامات اور پیشگوئیوں کا ذکر فرمایا ہے جو انتہائی مخالف حالات میں دنیا کے سامنے پیش کی گئیں اور آج وہ سب پوری ہو گئی ہیں۔

اہم سوالات

۱۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے صدق کے دلائل بیان کریں؟

۲۔ دلائل سے ثابت کریں کہ موسوی سلسلہ اور محمدی سلسلہ

آپس میں مشابہت رکھتے ہیں؟
۳۔ سورۃ فاتحہ سے آنے والے مسیح کی آمد کی پیش گوئی ثابت کریں۔
۴۔ مسیح کو بن باپ پیدا کرنے میں کیا حکمت تھی؟
۵۔ ہمیں کسی مسیح کے ماننے کی ضرورت نہیں خدا اور رسولؐ کی باتوں کو مانتے ہیں۔ اس خیال پر تبصرہ کریں۔
۶۔ عام لوگوں کی دعا بھی قبول ہوتی ہے۔ انہیں الہام بھی ہو جاتا ہے تو پھر اُن میں اور رسول میں کیا فرق ہے؟
۷۔ اس لیکچر میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے سب سے پہلے کونسی بات تحریر فرمائی ہے؟ نیز آپ نے بحیثیت کرشن آریوں کی کن غلطیوں کی اصلاح فرمائی ہے؟
۸۔ کسی نبی کی سچائی کو کن تین طریقوں سے پہچانا جاتا ہے؟

(مرتبہ: ظہیر احمد خان)

پیارے آقا کا ارشاد

"صرف نماز پڑھنا کافی نہیں۔ نماز ترجمے کے ساتھ پڑھنا بہت ضروری ہے اور نماز کا ترجمہ ہر احمدی کو آنا چاہیئے خواہ وہ بچہ ہو، جوان ہو، یا بوڑھا۔ مرد ہو یا عورت۔ ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ نماز کا ترجمہ جانتا ہو۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴ نومبر ۱۹۸۹ء)

ایسا عشق میں نے کسی شخص میں نہیں دیکھا

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب جو حضرت بانی سلسلہ کی پہلی بیوی سے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ آپ حضور کی زندگی میں جماعت احمدیہ میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ آپ نے جماعت احمدیہ کے دوسرے امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) کے زمانہ میں بیعت کی۔ آپ کے قبولِ احمدیت سے پہلے زمانہ کی بات ہے کہ اُن سے ایک دفعہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے حضرت بانی سلسلہ کے اخلاق و عادات کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ :-

"ایک بات میں نے والد صاحب (یعنی حضرت بانی سلسلہ) میں خاص طور پر دیکھی ہے وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف والد صاحب ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے اگر کوئی شخص آنحضرتؐ کی شان کے خلاف ذرا سی بات بھی کہتا تھا تو والد صاحب کا چہرہ سرخ ہو جاتا تھا اور غصے سے آنکھیں متغیر ہونے لگتی تھیں اور فوراً ایسی مجلس سے اُٹھ کر چلے جاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو والد صاحب کو عشق تھا ایسا عشق میں نے کسی شخص میں نہیں دیکھا۔ اور مرزا سلطان احمد صاحب نے اس بات کو بار بار دُہرایا۔"

(سیرۃ طیبہ صفحہ ۳۴)

اِک حرفِ تمنّا لکھ بھیجو، رُوداد سُنانا ٹھیک نہیں

(لندن سے واپس آکر اُداس رہنے والوں کے نام)

پردیس سے آنے والو ہمیں اِس طرح ستانا ٹھیک نہیں
ہم دید نوید کے پیاسوں کو کچھ اور رُلانا ٹھیک نہیں

تم اُن سے بچھڑ کے آئے ہو کیا دوش ہمارا ہے اِس میں
گم سُم رہ کے کچھ نہ کہہ کے اب ہم کو جلانا ٹھیک نہیں

کوئی بات نئی، سوغات نئی، کچھ یادوں کی برسات نئی
جو دولت واں سے لائے ہو اپنوں سے چھپانا ٹھیک نہیں

تم سوزِ دروں سے واقف تھے اور وصل کی قیمت جانتے تھے
جو گوہر مر کے ہاتھ لگے ہاتھوں سے گنوانا ٹھیک نہیں

یہ پاک دلوں کے ناطے ہیں مت سمجھو اُن کو خبر نہیں
اِک حرفِ تمنّا لکھ بھیجو رُوداد سُنانا ٹھیک نہیں

تقدیر اگر لے جائے ہمیں ہم صاف اُنہیں بتلا دیں گے
یا ساتھ رکھو یا ساتھ چلو پھر وعدۂ فردا ٹھیک نہیں

محمود تم اتنا کام کرو یہ شعر اُنہی کے نام کرو!
اِن سچّے صادق جذبوں کو غیروں پہ لُٹانا ٹھیک نہیں

[illegible]

کیا حضرت مسیحؑ واقعہ صلیب سے پہلے ہندوستان آئے تھے؟

(از قلم جناب شیخ عبد القادر صاحب)

رسالہ خالد اکتوبر، نومبر ۱۹۸۹ء میں ڈاکٹر محمد علی صاحب کا ایک خیال افروز مضمون شائع ہوا ہے۔ اس کا عنوان ہے:-

"حضرت عیسیٰؑ کی زندگی پر ایک تحقیقی نظر"

اس مضمون میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ:-

"محققین کا رجحان اس طرف بڑھ رہا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنی زندگی میں ہندوستان کی طرف دو دفعہ سفر کیا۔ بچپن کا سفر اور واقعہ صلیب کے بعد کا سفر"

بچپن کے سفر کی بنیاد یہ ہے کہ انجیل میں حضرت مسیحؑ کی زندگی کے بارہ سال کا ذکر ہے، اس کے بعد تیس سال تک کی زندگی کا کوئی ذکر نہیں۔ ۱۸ سال کا خلا ہے جسے اس نظریہ نے پُر کر دیا کہ حضرت مسیحؑ نے ۱۳ سال کی عمر سے ۲۹ سال تک کی عمر ہندوستان میں بسر کی۔ آئیے اس نظریہ کے حق میں اور اس کے خلاف بیانات اور تاریخی مآخذ کو ایک نظر دیکھتے ہیں۔

- ہندوؤں کا ایک پرانا صحیفہ ہے اس کا نام ہے "ناتھا نامادالی" اس میں ہے کہ عیسیٰؑ ناتھ چودہ سال کی عمر میں ہندوستان میں وارد ہوئے ایک گرو کے شاگرد بن گئے۔ جب وہ ہندو الٰہیات میں کامل ہو گئے تو اپنے وطن روانہ ہوئے۔ وہاں واقعہ صلیب پیش آیا صلیب پر زندہ تھے اور سمادھی کی حالت میں دم روکا ہوا تھا۔ لوگوں نے سمجھا وہ مر گئے۔ ہند میں اُن کے گرو کو کشف ہوا کہ اس کے شاگرد کو صلیب دیا گیا اور وہ قبر میں ہیں۔ اس نے خود کو لطیف ہوا میں تبدیل کیا اور آناً فاناً مقام دفن پر پہنچے اور عیسیٰؑ ناتھ کو قبر سے نکال کر سمادھی کی حالت سے بیدار کیا اور ہندوستان لے آئے اور ہمالہ دیش میں پہنچا دیا۔ اور وہاں عیسیٰؑ ناتھ نے آشرم قائم کیا جہاں یونی اور لنگم کی پوجا ہوتی تھی۔

- دوسرا حوالہ "نونووچ" روسی سیاح کی مرتبہ انجیل ہے۔ تبت اور لداخ کے لاماؤں کے پاس حضرت مسیحؑ کی نامعلوم زندگی کے حالات محفوظ ہیں، یہ اُن پر مشتمل ہے۔ یہ انجیل "UNKNOWN LIFE OF JESUS" کے نام سے شائع شدہ موجود ہے۔

اس انجیل میں ہے کہ تیرہ سال کی عمر میں عیسیٰؑ ہندوستان میں وارد ہوئے اور بدھ مذہب کا مطالعہ کیا اور اس کے مدّاح بن گئے۔ ویدوں

اور ہندو مذہب اور برہمنوں کے وہ سخت خلاف تھے۔ ۲۹ سال کی عمر میں وطن واپس گئے۔ وہاں واقعۂ صلیب پیش آیا اور فوت ہو گئے۔ اس طرح آپ کا مشن تمام ہوا۔

اس انجیل کے دیباچہ میں نونووچ لکھتا ہے کہ لاماؤں نے مجھے ایسے اوراق پارینہ بھی دکھائے جن میں صلیبی موت کے بعد بھی عیسیٰ کے اسفار کا ذکر ہے۔ مثلاً ایران میں وارد ہوئے۔ مجوسی علماء سے باتیں ہوئیں۔ نونووچ کہتا ہے یہ واضح تضاد ہے مَیں نے اِس باب کو واقعۂ صلیب کے پہلے کے حالات میں جوڑ دیا (صلا۲۰) چنانچہ اس کی انجیل کے آٹھویں باب میں مجوسی علماء سے گفتگو کا تفصیلی ذکر ہے۔ ظاہر ہے کہ نونووچ نے جس کو تضاد سمجھا وہ ایک تاریخی حقیقت ہے عیسیٰ مسیح صلیبی حادثہ سے زندہ ہو گئے اور بلادِ شرقیہ کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ وہ ایران سے گزرے اور مجوسی علماء سے مکالمات ہوئے۔

- تیسرا حوالہ بھوشیہ مہا پُران کا ہے۔ یہ نواں پُران ہے۔ اس میں ذکر ہے کہ ایشا مسیح ایک باہر کے ملک میں مبعوث ہوئے۔ سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ وہاں سے ہجرت کر کے ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے۔ ہمالہ دیش میں وارد ہوئے۔ یہاں بکرما جیت کے پوتے راجہ شالباہن سے اُن کی ملاقات ہوئی۔ اس سے مکالمہ بھوشیہ پُران میں درج ہے۔ لکھا ہے ایشا مسیح ایک الہامی صحیفہ (نیگما) کی مناجات پڑھتے تھے اور کنواری کے بطن سے قدرتِ مجردہ سے پیدا ہوئے۔

بھوشیہ پُران میں مبعوث ہونے کے بعد ہجرت کا ذکر ہے بچپن میں آنے کا کوئی ذکر نہیں۔

- چوتھا حوالہ یوز آسف کا صحیفہ ہے جو قرونِ اولیٰ میں تیار ہوا۔ حضرت مسیح کی انجیل، تعلیمات اور تمثیلات کو ایک بُدھ ولی اور اسکے استاد کی طرف منسوب کیا گیا۔ ساری کہانی ایک FICTION ہے۔ آخر میں البتہ اہلِ ہند کی تاریخی روایت کا ذکر ہے کہ یوز آسف اگلے وقتوں کا ایک رسول تھا۔ وہ سفرہائے دُور دراز کے بعد کشمیر میں وارد ہوا اور اپنے گم شدہ قبیلے کو اکٹھا کیا۔ یہاں اس نے ایک "بیعہ" یعنی چرچ قائم کیا۔ اس کی وفات کشمیر میں ہوئی۔ یہاں وہ دفن ہوا۔ اس پُرانے نوشتہ میں بچپن میں آنے کا کوئی ذکر نہیں۔ (ملاحظہ ہو عربی ترجمہ صحیفہ یوز آسف)

اب کچھ حوالے مغرب کے ملاحظہ ہوں :-

(۱) فری میسن سوسائٹی کے پاس مخفی دستاویزات ہیں ایک دستاویز پردۂ اخفاء سے باہر آ گئی اور امریکہ میں شائع ہو گئی۔ دوسری بار AN EYE WITNESS ACCOUNT—JESUS DID NOT DIE ON THE CROSS

اس دستاویز میں ہے کہ حضرت مسیح بچپن میں اسینی صوفیاء اور صلحاء کی تحویل میں تھے حضرت یوحنا (یحییٰ) بھی انہی صالحین میں سے نبی بن کر تعلیم دینے لگے۔ حضرت مسیح کی نامعلوم زندگی اسینی جامعہ اور اسینی جماعت میں بسر ہوئی جو

بحرِ میّت کے قریب تھی۔ ایسینی بزرگوں کی کوشش سے صلیبی موت سے ان کو بچا لیا گیا۔ بالآخر وطن کو چھوڑ کر روانہ ہو گئے۔ بحرِ میّت کے قریب ان کا انتقال ہو گیا۔ وہاں ان کو دفن کر دیا گیا۔ (آخری حصہ ایک روایت ہے چشمدید شہادت نہیں ہے لہذا قابلِ اعتبار اور مستند نہیں ہے)

اس دستاویز کے ذریعہ حضرت مسیحؑ کی نامعلوم زندگی کا عقدہ حل ہو جاتا ہے۔ وہ حضرت یحییٰؑ کے ہم مکتب تھے اور ایسینی جامعہ میں تعلیم پاتے رہے اور ایسینی صالحین کے نیک انفاس سے فیضیاب ہوتے رہے۔

(۲) ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۶ء تک بحرِ میّت کے کنارے وادیٔ قمران کے غاروں سے بیش بہا صحائف کا انکشاف ہوا اور ایسینی جامعہ اور لائبریری منظرِ عام پر آ گئی۔ بیشتر صحائف قرنِ اوّل کے ہیں۔ ان میں ایک مصیبت زدہ فرستادہ کا ذکر ہے۔ اس کا نام صادق استاد یا استادِ صدق ہے۔ اسے خدا نے موت سے بچا لیا اور وہ ہجرت کر گیا۔ اس فرستادۂ حق کی نظموں کا انکشاف بھی ہوا ہے۔ ان میں بچپن، جوانی اور بڑھاپے کا ذکر ہے۔ لکھا ہے ماں کی چھاتیوں پر مجھے عرفان کا دودھ پلایا گیا۔ جوانی میں نورِ کامل سے شناسا ہوا۔ میرا بڑھاپا بھی بابرکت ہو گا۔ بعض علماءِ مغرب کا خیال ہے کہ صادق استاد سے مراد حضرت مسیح علیہ السلام ہیں۔ ایک اسرائیلی عالم نے بھی یہی نظریہ پیش کیا۔ ان نظموں میں ۱۸ سال تک ہندوستان میں رہنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

فری میسن دستاویز اور ملنے والا ایسینی لٹریچر ہم آہنگ ہیں۔ حضرت مسیح کی نامعلوم زندگی تاریخ کی روشنی میں آ گئی ہے۔

قرآن حکیم میں یُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَ كَهْلًا میں بچپن کے کلام معجز نما کا بھی ذکر ہے۔ ایسینی صوفیاء کی تربیت میں یہ کلام دو آتشہ ہو گیا۔ ایک طرف ماں کی بے مثال تربیت اور دوسری طرف ایسینی برادرانِ طریقت کی تربیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ شگفتہ دل بچپن میں ہی کھل اُٹھا۔ آپ کے کلام کی مثالیں فری میسن دستاویز میں جا بجا ملتی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ حوالہ بھی بخاری شریف میں موجود ہے کہ گہوارے میں کلام تین بچوں نے کیا ہے ان میں سے ایک کی کیفیت کشفی نظر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھی اور بیان کی۔ ان تین میں سے ایک حضرت مسیحؑ ہیں۔ گہوارے میں کلام اور بچپن میں حیرت انگیز کلام یقیناً روح القدس کے انفاس پر مبنی ایک اعجاز ہے۔

یونانی زبان کی ادبیاتِ عالیہ میں ایک صحیفہ اپالو نیوس حکیم کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس صحیفہ کو عیسائیت کے اپوکرفل لٹریچر میں جگہ دی جاتی ہے کیونکہ دوسری صدی کے اس صحیفہ میں حضرت مسیحؑ کی زندگی کے حالات بعض معجزے اور اقوال اپالونیوس کی طرف منسوب ہیں۔ لکھا ہے اپالونیوس اپنے شاگرد ڈامس کے ہمراہ ٹیکسلا اور شمال مغربی ہندوستان میں گھومتا رہا۔ یہ حضرت مسیح کی ہجرت اور ٹامس (توما حواری) کی معیت کی صدائے بازگشت ہے۔ اِس صحیفہ میں بھی

بچپن میں ہندوستان آنے کا کوئی ذکر نہیں۔

ان حوالوں کے پیشِ نظر حضرت مسیحؑ کی زندگی کے نامعلوم حالات کو وادیٔ قمران کے غاروں میں اور ایسینی جماعت کے انکشاف میں تلاش کرنا چاہیئے۔ کیا یہ عرصہ ہندوستان میں بسر ہوا؟ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اس کی پورے طور پر تردید کی ہے۔ کتاب "مسیح ہندوستان میں" ہے:۔

"یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہے کہ حضرت مسیح صلیب کے واقعہ سے پہلے ہندوستان کی طرف آئے تھے اور نہ اس وقت کوئی ضرورت اس سفر کی پیش آئی تھی"

(صـ۲۳)

ہمیشہ کے لئے جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا نبی

"اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو اور اے تمام وہ انسانی روحو! جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو! میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب (دینِ حق۔ ناقل) ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔"

(تریاق القلوب صـ۷)

کیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کو دیکھ بھی سکونگا!

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کے فرزند حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے لکھتے ہیں:۔

"ایک دفعہ گھریلو ماحول کی بات ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ کی کچھ طبیعت ناساز تھی اور آپ گھر میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور حضرت اماں جان نور اللہ مرقدہا اور ہمارے نانا جان یعنی حضرت میر ناصر نواب مرحوم بھی پاس بیٹھے تھے کہ حج کا ذکر شروع ہو گیا۔ حضرت نانا جان نے کوئی ایسی بات کہی کہ اب تو حج کے لئے سفر اور رستے وغیرہ کی سہولت پیدا ہو رہی ہے حج کو چلنا چاہیئے۔ اس وقت زیارتِ حرمین شریفین کے تصور میں حضرت بانیٔ سلسلہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں اور آپ اپنے ہاتھ کی انگلی سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے حضرت نانا جان کی بات سن کر فرمایا:۔

"یہ تو ٹھیک ہے اور ہماری بھی دلی خواہش ہے مگر میں سوچا کرتا ہوں کہ کیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کو دیکھ بھی سکوں گا؟"

یہ ایک خالصۃً گھریلو ماحول کی بظاہر چھوٹی سی بات ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو اس میں اس اتھاہ سمندر کی طغیانی لہریں کھیلتی ہوئی نظر آتی ہیں جو عشقِ رسول کے متعلق حضرت بانیٔ سلسلہ کے قلبِ صافی میں موجزن تھیں۔ حج کی کسے خواہش نہیں مگر ذرا اس شخص کی بے پایاں محبت کا اندازہ لگاؤ جس کی روح حج کے تصور میں پروانہ وار رسولِ پاکؐ (فداہ نفسی) کے مزار پر پہنچ جاتی ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی چل پڑتی ہے۔"

(سیرتِ طیبہ صفحہ ۳۵-۳۶)

مجلسِ سوال و جواب

اگر آپ کے ذہن میں کوئی دینی، علمی، تاریخی سوال پیدا ہوتا ہے اور اُس کا جواب مطلوب ہو تو آپ ہمیں لکھیں ہم مرکز میں موجود علماء سے اُس کا جواب لے کر اِس کالم میں افادہ احباب کے لئے شائع بھی کریں گے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ مندرجہ ذیل سوال کا جواب حضور ایدہ اللہ کی مجلس سوال و جواب کی ایک کیسٹ سے لیا گیا ہے

سوال: قرآن میں ہے کہ تم اِسی زمین میں زندہ رہو گے اور اِسی میں تم مرو گے .... (الاعراف) بعض اوقات خلا میں لوگ مر جاتے ہیں جیسا کہ ۱۹۸۶ء میں امریکی خلائی "چیلنجر" خلا میں ہی تباہ ہو گئی اور اس میں موجود تمام افراد ہلاک ہو گئے تو پھر قرآن کی اِس آیت کا اطلاق ان پر کیسے ہو سکتا ہے کہ "تم زمین میں ہی مرو گے"؟
(امان اللہ امجد صاحب نصرت پارک ربوہ)

جواب: "سوال یہ ہے کہ ارض (زمین) سے کیا مراد ہے؟ کیا صرف زمین یا زمینی خاصیات اور زمینی کیمیائی مادے اور یہ فضا، یہ ساری ارض کہلاتی ہے۔ زمین سے مراد یہاں محض یہ زمین نہیں کہ اسی زمین پر تم مرو گے ورنہ ہوائی جہاز میں مر جاؤ تو پھر کیا ہو گا۔ لوگ ہوائی جہاز میں نہیں مرتے؟۔ اس لئے مراد یہ ہے کہ یہ زمینی مادہ، یہ فضا، یہ سارا ٹمپریچر، یہ سارا ماحول، یہ ارض ہے۔ اِس سے باہر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور اسی کے اندر ہی انسان مرے گا۔ جب مرے گا تو اسی ماحول سے نکلے گا۔ چنانچہ جتنے بھی لوگ فضا میں جاتے ہیں، چاند پہ جائیں یا اس سے آگے جائیں وہ سارے "زمین" اپنے ساتھ لیکے چلتے ہیں، زمین کی تمام ضروریات اپنے ساتھ لیکے چلتے ہیں، وہ ٹمپریچر لیکے چلتے ہیں، وہ RADIATION سے پاک فضا لیکے چلتے ہیں، وہ آکسیجن یعنی ہوا لیکے چلتے ہیں، وہ کھانا لیکے چلتے ہیں۔ اگر اس کے بغیر جائیں گے تو وہ ختم ہو جائیں گے۔ تو یہ ہے قرآن کریم کا منشاء کہ اسی زمین میں تم زندہ رہو گے، اسی میں تم مرو گے اور اسی میں سے تم نکالے جاؤ گے۔" (حضرت امام جماعتِ احمدیہ الرابع۔ مجلس سوال و جواب)

● مندرجہ ذیل احباب نے بھی سوالات لکھ کر

"دکھاؤں گا کہ اِک عالم کو پھیرا"

اُٹھایا شب کی تاریکی نے پھیرا
ہے میرے سامنے اَب اِک سویرا

ہوئی جاری قضائے "حَیْثُ یَجْعَلُ"
تھا اس پہ زور کچھ تیرا نہ میرا

عصائے مُوسوی سے دَم بخود ہے
ہر اِک فرعون کا ساحر سپیرا

زمیں کا ہر کنارا زیرِ پا ہے
کچھ ایسے قدسیوں نے اس کو گھیرا

محبّت کے شگوفے پھُوٹ نکلے
دِلوں میں بیج یہ کِس نے بکھیرا

یہ فرماں مالکِ تقدیر کا ہے
"دکھاؤں گا کہ اِک عالم کو پھیرا"

—— عبدالمنان ناہید

اَے مالک!

اشارہ دے دے ان کو فتح و ظفر کا اے مالک
ترے عاشق ترے شیدا ترے کُوچے میں آئے ہیں

بہت دُکھ جھیل بیٹھے ہیں بہت قربانیاں دی ہیں
تُو لے لے گود میں اپنی زمانے کے ستائے ہیں

کہیں خنجر کہیں نیزے کہیں بارش میں شعلوں کی
رضا تیری کی خاطر یہ لہُو میں بھی نہائے ہیں

ترے ہم نام لیوا نام تیرا لے نہیں سکتے
جہاں والوں نے تیرے نام پہ پہرے بٹھائے ہیں

جنوں چھُوٹا نہیں یہ للہ محمّدؐ کے تقدّس کا
اگرچہ تیر سب ترکش کے اس نے آزمائے ہیں

نہیں احسان تجھ پہ تیری رحمت ہے فقط مولا
کہ بڑھ کے سب جہاں میں ایک تجھ کو ہم ہی بھائے ہیں

زمانے کی کیسے پروا تعلّق ہے فقط تجھ سے
یہ دُرد و رنج تو ہم نے تِری خاطر اُٹھائے ہیں

یہ چشمِ دید اپنی بھی تماشائی سی رہتی ہے
دکھا جلوہ کہ صدیوں کا سفر طے کر کے آئے ہیں

چھلک اُٹھّیں نہ پیمانے ابھی کچھ دیر باقی ہے
رُخِ زیبا پہ قدرت نے ضیا پردے گرائے ہیں

—— فرحت ضیا لالہ مُوسیٰ

ہمارا مطمح نظر اور اس کے حصول کے ذرائع

(از قلم محمود مجیب اصغر صاحب)

جماعت احمدیہ متقیوں کی ایک جماعت ہے۔ اور قرآن کریم هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرہ: ۳) یعنی متقیوں کو ہدایت دینے والی اور ان کی رہنمائی کرنے والی کتاب ہے۔ فرمایا:۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

(البقرہ: ۱۴۹)

یعنی ہر ایک (شخص) کا ایک (نہ ایک) مطمح نظر ہوتا ہے جسے وہ (اپنے آپ پر) مسلط کر لیتا ہے سو (تمہارا مطمح نظر یہ ہو کہ تم نیکیوں (کے حصول) میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تمہیں اکٹھا کر کے لے آئے گا۔ اللہ یقیناً ہر ایک امر پر پورا (پورا) قادر ہے۔

پس جماعت احمدیہ کے تمام افراد کا مطمح نظر جس کی طرف قرآن کریم کی یہ آیت رہنمائی کرتی ہے یہ ہے کہ وہ نیکیوں کے حصول میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں یعنی مسابقت فی الخیرات اور نیکی کی ہر راہ اختیار کریں معلوم نہیں کس راہ سے قبول کیے جائیں۔

ایک اور جگہ فرمایا وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (عنکبوت: ۷۰) یعنی وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی کوشش کرتے ہیں ہم ان کو ضرور اپنے رستوں کی توفیق بخشیں گے۔

اس کے حصول کے ذرائع

اس اعلیٰ درجہ کے مطمح نظر کو حاصل کرنے کے لیے اور ان راستوں کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو مبعوث فرمایا اور آپ کے جانشینوں کا نظام جاری فرمایا۔ پس اس مطمح نظر کے حصول کے لیے مندرجہ ذیل دو امور کی ضرورت ہے:۔

(i) امام وقت سے ذاتی تعلق اور عاشقانہ عقیدت و وابستگی۔

(ii) مطالعہ کتب حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ:

پہلا ذریعہ۔ امام وقت سے ذاتی تعلق اور عاشقانہ عقیدت

جماعت احمدیہ کا امام دنیا میں خدا اور رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کا نمائندہ ہے۔ پس جماعت احمدیہ کے پاس سب سے بڑی نعمت قیادت و امامت کا نظام اور امام وقت کا مبارک اور بابرکت وجود ہے جو مومنوں کے لیئے انعام کے طور پر ہے۔ ہم اگر اپنی خادمانہ حیثیت میں امام وقت کے ساتھ ذاتی تعلق پیدا کریں گے اور عاشقانہ عقیدت و وابستگی رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ امام وقت کی روحانی توجہ اور دعاؤں کے طفیل ہمارے سب کاموں میں غیر معمولی برکت ڈالے گا۔

امام وقت قبولیتِ دعا کا مرکز ہوتا ہے۔ قدرت ثانیہ کے مظہرِ اوّل حضرت مولانا نور الدین (اللہ آپ سے راضی ہو) نے فرمایا خدا میری دعائیں عرش میں قبول کرتا ہے۔ نیز فرمایا "اب تمہاری طبیعتوں کے رُخ کسی طرف ہوں تمہیں میرے احکام کی تعمیل کرنی ہوگی"۔ پس امام وقت کی دعائیں اس وقت لی جاسکتی ہیں جب اس کے تمام احکام کی تعمیل کی جائے اور اس کے ساتھ عاشقانہ عقیدت اور وابستگی پیدا کی جائے، اپنے کاموں میں اُس کی مدد اور رہنمائی حاصل کی جائے۔

ایک مرتبہ قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثانی حضرت المصلح الموعود (خدا آپ سے راضی ہو) نے فرمایا:۔

"جس کو خدا اپنی مرضی بتاتا ہے، جس پر خدا اپنے الہام نازل فرماتا ہے، جس کو خدا نے اس جماعت کا ..... امام بنا دیا ہے اس سے مشورہ اور ہدایت حاصل کر کے تم کام کر سکتے ہو۔ اس سے جتنا زیادہ تعلق رکھو گے اسی قدر تمہارے کاموں میں برکت ہوگی اور اس سے جس قدر دُور رہو گے اُسی قدر تمہارے کاموں میں بے برکتی پیدا ہوگی۔ جس طرح وہی شاخ پھل لاسکتی ہے جو درخت کے ساتھ ہو۔ وہ کٹی ہوئی شاخ پھل پیدا نہیں کر سکتی جو درخت سے جُدا ہو۔ اسی طرح وہی شخص سلسلہ کا مفید کام کر سکتا ہے جو اپنے آپ کو امام کے ساتھ رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ نہ رکھے تو خواہ وہ دُنیا بھر کے علوم جانتا ہو وہ اتنا بھی کام نہیں کر سکے گا جو بکری کا بکروٹہ کر سکتا ہے"۔

(الفضل ۲۰ ر نومبر ۱۹۴۶ء)

امام وقت کے ذریعہ دعا قبول ہونے کے بارے میں آپ مزید فرماتے ہیں :۔

"اللہ تعالیٰ جب کسی کو منصب ..... (امامت۔ ناقل) پر سرفراز کرتا ہے تو اس کی دعاؤں کی قبولیت کو بڑھا دیتا ہے کیونکہ اگر اس کی دعائیں قبول نہ ہوں تو پھر اس کے انتخاب کی ہتک ہوتی ہے۔ ..... مَیں جو دعا کروں گا وہ انشاء اللہ فرداً فرداً ہر شخص کی دعا سے زیادہ طاقت رکھے گی"۔ (منصب .....)

قدرتِ ثانیہ کے تیسرے مظہر حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب قیادت و امامت کی مسند پر متمکن ہوئے تو آپ نے دعاؤں کی قبولیت کے بارے میں فرمایا:۔

"مَیں نے آپ کی تسکین قلب کے لیئے آپ کے بار کو ہلکا کرنے کے لیئے، آپ کی پریشانیوں کو دُور کرنے کے لیئے اپنے

رب رحیم سے قبولیتِ دُعا کا نشان مانگا ہے اور مجھے یقین ہے اور پورا بھروسہ ہے اس پاک ذات پر کہ وہ میری اس التجا کو رد نہیں کرے گا۔"

(الفضل ۳۰ دسمبر ۱۹۶۵ء)

چنانچہ اس کے کچھ عرصہ بعد آپ نے فرمایا:۔

"اس تھوڑے سے عرصہ میں خدا تعالیٰ نے ہزارہا لوگوں کی ضرورتوں کو اپنے خاص فضل سے میری دعا کے ذریعہ پورا کیا جن کے حق میں دعائیں قبول ہوئیں۔ وہ ہر جگہ کے ہیں۔" (الفضل ۲۵ جون ۱۹۷۱ء)

اس زمانہ میں جماعت احمدیہ کے دو افراد حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب اور ڈاکٹر عبد السلام صاحب نے عالمی سطح پر بہت نمایاں مقامات حاصل کیے ہیں۔ ان کی ترقیات کا راز "محبت، اطاعتِ امام اور ہر تکلیف اور خوشی میں امام کا مشورہ" ہے۔ ڈاکٹر عبد السلام صاحب کے والد حضرت چوہدری محمد حسین صاحب اپنے بیٹے عبد السلام کی ترقیات کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

"یہ ترقی اور برکت حضور کی توجہ اور دعا کا نتیجہ ہے۔" (سوانح سرگزشت از محمد اسماعیل پانی پتی)

یہی وجہ ہے کہ اس برکت کو عام کرنے کے لئے امامِ وقت نے ہر طالب علم کے لئے لازمی کر دیا ہے کہ وہ حضور کو خط لکھے اور اپنے امتحانوں کے نتائج سے مطلع کرے اور دعا اور برکت حاصل کرے اور مسابقت فی الخیرات کا عملی نمونہ پیش کرے۔

دوسرا ذریعہ مطالعہ کتب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

قدرتِ ثانیہ یعنی قیادت و امامت جماعت احمدیہ حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ (اللہ کی سلامتی آپ پر ہو) کے مشن کی ضامن ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے مشن کا بیان آپ کی کتب میں ہے اس لئے دوسرا اہم ذریعہ جس سے ہم اپنا مطمح نظر حاصل کر سکتے ہیں وہ مطالعہ کتب حضرت بانی جماعت احمدیہ ہے۔ اپنی کتب کے بارہ میں حضرت بانی جماعت احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سُنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے حصّہ لیا ہے۔ سو تم کوشش کرو کہ کوئی حصہ کبر کا تم میں نہ ہو تاکہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔" (نزول المسیح)

نیز فرمایا:۔

"ہمارا تو یہ دعویٰ ہے کہ معجزہ کے طور پر خدا تعالیٰ کی تائید سے اس انشاء پردازی کی ہمیں توفیق ملی ہے تا معارفِ حقائقِ قرآنی کو اس پیرایہ میں بھی دنیا پر ظاہر کریں۔"

(ایضاً)

پھر فرمایا:۔

"ایک شاخ تالیف و تصنیف کا سلسلہ ہے جس کا اہتمام اس عاجز کے سپرد کیا گیا اور وہ معارف و دقائق سکھلائے گئے جو انسان کی طاقت سے نہیں بلکہ .....

روح القدس کی تعلیم سے مشکلات حل کر
دیئے گئے۔" (فتح ... صلا)

فرمایا:-

"پاک معارف اور علوم مجھے عطا فرمائے
ہیں" (مسیح ہندوستان میں)

پھر فرمایا:-

"اُس نے متوجہ کیا کہ میں قلمی اسلحہ پہن کر
اس سائنس اور علمی ترقی کے میدانِ کارزار
میں اُتروں اور (دینِ حق۔ ناقل) کی روحانی
شجاعت اور باطنی قوت کا کرشمہ بھی دکھاؤں
..... خدا نے مجھے مبعوث فرمایا ہے کہ
میں ان خزائن مدفونہ کو دنیا میں ظاہر
کروں اور ناپاک اعتراضات کا کیچڑ جو
ان درخشاں جواہرات پر تھوپا ہے اس
سے ان کو پاک وصاف کروں۔"

(ملفوظات جلد اوّل)

کتب حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے بارہ میں
آپ کے موعود فرزند اور دوسرے جانشین حضرت
مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب فرماتے ہیں:-

"جو کتابیں ایک ایسے شخص نے لکھی
ہوں جس پر فرشتے نازل ہوتے تھے اُن
کے پڑھنے سے ملائکۃ اللہ نازل ہوتے ہیں۔
چنانچہ حضرت صاحب کی کتابیں جو
شخص پڑھے گا اُس پر فرشتے نازل ہونگے
یہ ایک خاص نکتہ ہے کہ کیوں حضرت صاحب
کی کتابیں پڑھتے ہوئے نکات و معارف
کھلتے ہیں۔.....
حضرت صاحب کی کتابیں بھی خاص
فیضان رکھتی ہیں اُن کا پڑھنا بھی ملائکہ
سے فیضان حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور
ان کے ذریعہ سے نئے علوم کھلتے ہیں۔"

("ملائکۃ اللہ" صفحہ ۱۴۴)

قدرتِ ثانیہ کے تیسرے مظہر حضرت حافظ مرزا
ناصر احمد صاحب ٹورانٹو کینیڈا کی جماعت کو مخاطب
کرکے فرماتے ہیں:-

"آپ میں اور دوسروں میں نمایاں فرق
نظر آنا چاہیئے اور تبدیلی محسوس ہونی چاہیئے۔
حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی تفسیرِ قرآن (....
....) چھپ چکی ہے اسے منگوائیں اور پڑھیں
اصل منبع سے آپ کا تعلق نہیں تو آپ
خشک ٹہنی کی طرح ہو جائیں گے۔ یہ قانونِ
قدرت ہے اس سے مفر نہیں۔ خدا کا
پیار حاصل کریں اور اس کے لئے خدا میں ہو کر
زندگی گزاریں۔ اور اگر خدا میں ہو کر زندگی
گزارنا نہیں چاہتے تو جہاں جی چاہے
چلے جائیں احمدیت میں نہ رہیں۔"

(دورہ مغرب صفحہ ۴۵۵-۴۵۶)

ایک مرتبہ فرمایا:-

".... ایک ہزار سال کے لئے مہدیٔ
معہود کو قرآن کریم کی تفسیر سکھائی گئی ہے
جو آپ کی کتب میں تفصیل یا بیج کے طور پر
موجود ہے..... اس زمانہ کے مسائل حل
کرنے کے لئے قرآن کریم نے جو تعلیم دی
ہے اور جو کتاب مکنون کا رنگ رکھتی ہے

(باقی ص ۲۰ پر)

کچھ "مقتول" کے نام ـــــ کچھ قاتل کے نام

"مقتول" کے نام

آج موضوعِ سُخن تیری وفا نام تِرا
کُوچۂ عشق میں کیا تیز پڑا گام تِرا
کاش یُوں کاتبِ تقدیر لکھے نام مِرا
اپنے سَر لینے کو تیّار ہیں الزام تِرا

جاں لُٹا دینے کو اِک جُراَتِ بے باک لئے
مُرغِ بسمل کی طرح اِک دلِ صد چاک لئے
تیرے مَرنے کا سماں بھول نہیں پائیں گے ہم
تُو کہ جیتا رہا اِک فہم لئے اِدراک لئے

تُو کہ زندہ رہا اِک جذبۂ سرشار کے ساتھ
تُو نے جو کچھ کہا اِک جُراَتِ اظہار کے ساتھ
عمر بھر یاد رہی تجھ کو وفاؤں کی ادا
لوگ رکھیں گے عقیدت ترے افکار کے ساتھ

تُو فروزاں ہوا اِک عرش کے تارے کی طرح
سربلند ایک حسیں اُونچے منارے کی طرح
تجھ سے یُوں ظاہری رشتہ مِرا کوئی بھی نہیں
یاد رہ جائے گا اپنے کسی پیارے کی طرح

آنسوؤں سے تری مٹّی کو بھگو جائیں گے لوگ
بھُولنا چاہیں تجھے بھُول نہیں پائیں گے لوگ
اپنے ہمراہ عقیدت کے حسیں پھُول لئے
تیری تُربت پہ پڑھنے فاتحہ جب آئیں گے لوگ

قاتل کے نام

آج موضوعِ سخن قاتلِ بدنام تِرا
ایک بدبخت کہ اِک قاتلِ گمنام تِرا
موت کو اپنے تعاقب میں سدا پائے گا تُو
زیست کے ہاتھوں سے چھلکے گا کبھی جام تِرا

اپنی بربادیٔ قسمت پہ سدا روئے گا تُو!
حشر تک چین سے اَب پھر نہ کبھی سوئے گا تُو!
عمر بھر تڑپے گا۔ گھبرائے گا چِلّائے گا
دُکھ ہی دُکھ کاٹے گا اور رنج و محن بوئے گا تُو!

دربدر بھٹکے گا تقدیر کے مارے کی طرح
بے کفن مُردہ کِسی گور کنارے کی طرح
کِسی صحرا میں بھٹکتے ہوئے راہی کی طرح
اپنی ہی آگ میں جُھلسے گا شرارے کی طرح

نیچی نیچی سی رہے گی تِری بے آب نگاہ
کِسی بدرُوح کی طرح بھٹکے گی بے تاب نگاہ
ایک پَل تجھ کو سکوں اَب نہ کبھی ہو گا نصیب
تا قیامت نہ لگے گی کبھی بے خواب نگاہ

کیا بگاڑا تھا تِرا "اُس نے" بھلا یہ تو بتا
دُشمنی کیا تھی تجھے "اُس سے" بھلا یہ تو بتا
بے ضمیر اِتنا بھی دُنیا میں بھلا ہو گا کوئی
کونسے جُرم کی دی اُس کو سزا یہ تو بتا

معاف کر دے گا خدا تجھ کو کبھی حشر کے دِن ؟
یا بجولاں تجھے دیکھیں گے سبھی حشر کے دِن
آج چُھپ چُھپ کے گذر کر لے ہمیں اِس سے ہے کیا؟
رُوسیاہ! تجھ سے نمٹ لیں گے سبھی حشر کے دِن!!

(ڈاکٹر فہمیدہ منیر)

قسط سوم

خدام الاحمدیہ کے پچاس سال — ایک مختصر جائزہ

(مرتبہ: مکرم سلطان احمد صاحب مبشر)

۱۹۷۲ء

یکم و ۲۔ اکتوبر: اباداں میں مجلس نائیجیریا کا پہلا سالانہ اجتماع۔

۵، ۶، ۷۔ اکتوبر: سالانہ اجتماع پر حضور نے خدام الاحمدیہ کے لئے رومال کا نمونہ مقرر فرمایا (۵۔ اکتوبر)

مجلس شوریٰ نے تاریخ خدام الاحمدیہ مرتب کرنے کی قرارداد منظور کی۔

۹، ۱۰۔ دسمبر: شعبہ صحت جسمانی کے تحت پہلے گھوڑ دوڑ ٹورنامنٹ کا انعقاد۔

۱۹۷۳ء

۱۷۔ مارچ: حضور نے جدید پریس ربوہ کی عمارت کے تہ خانہ کی کھدائی کا کام خدام الاحمدیہ کے سپرد فرمایا۔

۱۸۔ مارچ تا ۲۔ اپریل: ارشاد کی تعمیل میں اہالیان ربوہ کے شاندار وقار عمل۔

۳۱۔ مارچ: سائیکل سواروں پر مشتمل رابطہ وفود کی تحریک۔

۱۸ تا ۳۱۔ مئی: بیسویں تربیتی کلاس — پہلی مرتبہ عملی تربیت کا پروگرام مرتب کیا گیا جس میں سو میل سائیکل سفر اور پانچ میل پیدل سفر شامل تھا۔

۹، ۱۰۔ جون: کوپن ہیگن کے تیسرے سالانہ اجتماع کا انعقاد۔

۹، ۱۰، ۱۱۔ جون: مجلس مغربی جرمنی کا پہلا سالانہ اجتماع۔

اگست: پنجاب میں تباہ کن سیلاب۔ مجلس ربوہ کی حیرت انگیز خدمات۔ پاکستان بھر کی اپنے اپنے علاقوں میں بہترین خدمات۔ لاہور کے امدادی مرکز میں وزیراعظم پاکستان کی آمد۔

۲، ۳، ۴۔ نومبر: سالانہ اجتماع پر سات سو خدام کی ملک کے طول و عرض سے سائیکلوں پر پہلی بار آمد۔

۱۹۷۴ء

۱۹۔ جولائی: جورو میں مجالس سیرالیون کا پہلا سالانہ اجتماع۔

۲۱، ۲۲۔ نومبر: مجلس روکوپر سرکٹ سیرالیون کا پہلا سالانہ اجتماع۔

جماعت کے خلاف عام فسادات میں مجالس خدام الاحمدیہ کی امدادی سرگرمیاں۔

۱۹۷۵ء

۱۸۔ اپریل تا ۲۔ مئی: بائیسویں مرکزی سالانہ تربیتی کلاس پر "وقار عمل" کے پروگرام کا اضافہ کیا گیا۔

دسمبر: سالانہ جلسہ میں مجلس امریکہ کے نمائندہ خصوصی

کی شرکت۔

۱۹۷۶ء

۱۵۔ فروری: پاکستان بھر کی مجالس میں مثالی وقارِ عمل کا انعقاد۔

۱۸۔ اپریل: مجلس کے بتیسویں یک روزہ سالانہ اجتماع کا انعقاد بیت الاقصیٰ ربوہ میں۔

مجلسِ کلکتہ (انڈیا) کی طرف سے سووینئر کی اشاعت۔

۱۹۷۷ء

۲۶ تا ۲۹۔ جنوری: شعبۂ صحتِ جسمانی مرکزیہ کے تحت آل ربوہ ٹیبل ٹینس ٹورنامنٹ۔

۲۱، ۲۲۔ مئی: مجلسِ امریکہ کا پہلا سالانہ اجتماع۔

۱۸، ۱۹۔ جون: مجلسِ خدام الاحمدیہ و اطفال الاحمدیہ سویڈن و ناروے کا پہلا سالانہ اجتماع۔

۱۹۷۸ء

۲۰ تا ۲۲۔ اکتوبر، "ہمارے عقائد" کے موضوع پر حضرت امام جماعتِ احمدیہ کا خطاب۔ سالانہ اجتماع کے موقع پر کافی عرصہ بعد خدام نے تین دن خود ساختہ خیموں میں قیام کیا۔

وا کے مقام پر اَپر ریجن کی مجالسِ غانا کا دو روزہ سالانہ اجتماع۔

قادیان میں مجالسِ ہندوستان کا تقسیم ملک کے بعد پہلا سالانہ اجتماع۔

(باقی)

کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اپنے مکان کے ساتھ والے "البیت" میں جو "البیت المبارک" کہلاتا ہے اکیلے ٹہل رہے تھے اور آہستہ آہستہ کچھ گنگناتے جاتے تھے اور اس کے ساتھ ہی آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی تار بہتی چلی جا رہی تھی۔ اُس وقت ایک مخلص دوست نے باہر سے آکر سُنا تو آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت حسانؓ بن ثابت کا ایک شعر پڑھ رہے تھے جو حضرت حسانؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کہا تھا اور وہ شعر یہ ہے ؎

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

(دیوان حسان بن ثابت)

"یعنی اے خدا کے پیارے رسول! تو میری آنکھ کی پُتلی تھا جو آج تیری وفات کی وجہ سے اندھی ہوگئی ہے۔ اب تیرے بعد جو چاہے مرے مجھے تو صرف تیری موت کا ڈر تھا جو واقع ہوگئی"۔

راوی کا بیان ہے کہ جب مَیں نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو اس طرح روتے دیکھا اور اُس وقت آپ البیت میں بالکل اکیلے ٹہل رہے تھے تو مَیں نے گھبرا کر عرض کیا کہ حضرت! یہ کیا معاملہ ہے اور حضور کو کونسا صدمہ پہنچا ہے؟ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے فرمایا مَیں اس وقت حسانؓ بن ثابت کا یہ شعر پڑھ رہا تھا اور میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہو رہی تھی کہ "کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا"۔

(سیرت طیبہ صفحہ ۲۷، ۲۸)

جماعت احمدیہ عالمگیر کی دوسری صدی میں

خدام احمدیت ربوہ کا

پہلا سائیکل سفر!

مہم جوئی کے ذریعہ ——— خود آگہی کا سفر!!!

؎ بھولیو مت کہ نزاکت ہے نصیبِ نسواں
مرد وہ ہے جو جفاکش ہو گل اندام نہ ہو

(منوّر احمد جاوید)

چھوڑو یار! ہمیں بے وقوف بناتے ہو؟ یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ اتنی بلندیوں پر سائیکل سفر؟ اور وہ بھی پہلی ہی دفعہ؟ یقین تو نہیں آتا.....!

یہ اور اس طرح کے اور بہت سے سوال تھے جن کا سامنا ہم سب کو کرنا پڑا جب ہم نے کالج اور یونیورسٹی کے اپنے دوستوں سے اپنے کامیاب سائیکل سفر کا ذکر کیا۔ چلیے میدانی علاقوں کے ان "آرام طلب" لوگوں کو تو چھوڑیے ہمیشہ سے پہاڑی علاقوں کی "فرہاد پیشہ" زندگی گزارنے والے لوگوں نے بھی کئی مقامات پر ہمارے ارادوں کو بے یقینی کی نظر سے دیکھا اور ہماری کامیابی کو تقریباً ناممکن قرار دیا۔ ایک بزرگ کا کہنا تھا کہ "ہم نے تو ان علاقوں میں اس طرح کے سائیکل اور سائیکل سوار ہی آج پہلی دفعہ دیکھے ہیں"

یہ کیا راز ہے کہ احمدی نوجوان اُن کاموں کو بڑی آسانی اور سہولت سے انجام دے لیتے ہیں، جو دوسروں کو ناممکن نظر آتے ہیں؟ حالانکہ وہ ہم سے زیادہ "کھلے ڈھلے" ماحول میں رہتے ہیں۔ اور بظاہر ہم سے کہیں زیادہ سہولتیں اُنہیں حاصل ہوتی ہیں۔ یہ کسی ماورائی طاقت کی کرشمہ سازی ہے یا بلند ارادوں اور فزوں تر جذبوں کی کارفرمائی؟ یہ کس کی نظرِ کرم ہے؟ وہ کونسا حرفِ دعا ہے جو ان نوجوانوں کو ان کٹھن راہوں پر شاداں و فرحاں لیے پھرتا ہے؟

آئندہ صفحات میں بہت سے مقامات پر آپ ان سوالوں کے جواب موجود پائیں گے۔

روداد سفر سے پہلے جماعت احمدیہ میں سائیکل سفر کی تحریک کا اجمالی پس منظر بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ سائیکل سفر کی روایت تو پہلے بھی موجود تھی مگر باقاعدہ اور منظم طور پر

حضرت امام جماعت الثالث (اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمتیں ہوں) نے خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع پر خدام کو تلقین کی تھی کہ وہ اپنے آپ کو ہر طرح کے حالات کے لیئے تیار رکھا کریں۔ آپ اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ مضبوط، چست اور پھرتیلا بنائیں کسی بھی حالت میں ایک احمدی نوجوان کا قدم پیچھے نہیں پڑنا چاہیئے۔ اس موقع پر آپ نے سائیکل سفر کی تحریک کا آغاز فرمایا اور خدام کو زیادہ سے زیادہ سائیکل سفر کی ہدایت فرمائی۔ حضور کی اس تحریک کے بعد تمام دنیا میں جہاں جہاں خدام موجود تھے انہوں نے بکثرت سائیکل سفر کیئے اور اب ہمارے خدام اللہ تعالیٰ کے فضل سے میدانی علاقوں میں سائیکل سفر کے بہت ماہر ہو چکے ہیں۔ گزشتہ سال سے ہم نے میدانی علاقوں کی بجائے پہاڑی علاقوں کے سائیکل سفر کا کامیاب تجربہ کیا اور اس کامیاب تجربہ کی بناء پر نئے راستے،

نئی منزلیں دریافت ہوئیں اور سائیکل سفر میں مہارت حاصل کرنے کے لیئے ایک اور وسیع میدان ملا جہاں سائیکل سفر کے لیئے وسیع میدان ملا وہاں دعوت الی اللہ اور داعی الی اللہ بننے کے لیئے اللہ تعالیٰ نے مختلف سمتیں اور نئی جہتیں بھی دکھائیں۔

گزشتہ سال راولپنڈی سے واپس راولپنڈی تک (براستہ مری، ایوبیہ، نتھیا گلی۔ ایبٹ آباد) کے کامیاب سائیکل سفر کے تجربہ کی بناء پر ہم نے "صد سالہ اظہار تشکر" کے مبارک موقع پر ایک دشوار گزار اور مشکل پہاڑی راستہ سائیکل سفر کے لیئے چنا۔ ہمیں یقین تھا کہ اس عظیم الشان اور بابرکت موقع پر اللہ تعالیٰ ہماری توانائیوں کو فزوں تر کردے گا اور مشکل سے مشکل سفر بھی محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور کی بابرکت تحریک کے نتیجہ میں ہمارے لیئے آسان بلکہ بہت آسان اور انتہائی بابرکت ہوگا جس کا ثبوت ہمیں ہر منزل پر ملا۔

سب سے پہلے اس سفر میں شریک دوستوں کا مختصر تعارف کرواتا ہوں تاکہ آپ واضح ذہنی پس منظر کے ساتھ ہمارے قدم بہ قدم چل کر لطف اندوز ہو سکیں۔

سائیکل سفر کا یہ قافلہ مندرجہ ذیل افراد پر مشتمل تھا۔

۱۔ چوہدری کریم الدین صاحب سیر و سیاحت اور مشکل کام کرنے کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں، طاقت کا دیو کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ ایک اچھے لیڈر کے تمام اوصاف سے اللہ تعالیٰ نے ان کو مزین کیا ہے۔ چشم بد دور۔ مگر کوئی چشم اُن کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ آپ امیر سفر تھے۔

۲۔ ہمارے دوسرے سینئر ساتھی سید نسیم احمد صاحب تھے۔ سائیکل سفر کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں، اپوزیشن کے لیڈر کا کردار اتنی خوبی کے ساتھ نبھاتے ہیں کہ حکمران سے غلطی سرزد ہو ہی نہیں سکتی۔ ویسے اگر ان کو خوش رہنے اور خوش رکھنے کی عادت پڑ جائے تو اچھے حکمران بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔ اچھے ROAD RUNNER ہیں۔ ROAD- کے علاوہ باقی تمام چیزوں کو بیکار سمجھتے ہیں۔

۳- ہمارے تیسرے ساتھی راجہ احمد محمود خان صاحب طالب علم ایم۔ اے (انگلش) گورنمنٹ کالج لاہور تھے۔ سائیکل سفر کے دوران تھکتے بالکل نہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ وہ دوران سفر تھک کر نہیں بلکہ مناظر دیکھنے کے لیئے بار بار رُکتے ہیں۔ اس دفعہ سائیکل سفر سے پہلے اُنہوں نے خون کی بوتل دی تھی لہذا بار بار مناظر دیکھنے اور دیر تک دیکھتے رہنے میں وہ بالکل حق بجانب تھے۔

۴- ہمارے چوتھے ساتھی نورالدین نفیس احمد کاہلوں تھے۔ B.SC (HONS) نہم (ECONOMICS) UNIVERSITY OF AGRICULTURE فیصل آباد سے کر رہے ہیں۔ بڑے دُبلے ہیں۔ اگر سائیکل بھی ان کی ٹانگوں جتنا لمبا ہوتا تو یہ سب سے آگے ہوتے۔ بڑے انسان دوست اور سائیکل دوست واقع ہوئے ہیں۔ جس دن سے انہوں نے سائیکل سفر مکمل کیا ہے اُس دن سے ان کا سائیکل بھی گردن اٹھا کر چلتا ہے۔

ان چاروں کا پانچواں ساتھی خاکسار تھا۔ لیکن اِن سب کی متفقہ رائے کے مطابق میرے اندر بعض ایسی "خصوصیات" ہیں جن کی بناء پر میری موجودگی کے باوجود ان کو یقین تھا کہ وہ چاروں ہی سفر کر رہے ہیں۔ بہرحال خاکسار آجکل پنجاب یونیورسٹی لاء کالج میں اُس ڈگری کے لیئے سرگرداں ہے جس کے بارہ میں نظم و نثر میں بہت کچھ کہا گیا ہے لیکن چونکہ ہمارے امیر صاحب بھی وکیل ہیں اس لیئے مزید کچھ کہنا قرینِ مصلحت نہیں ٥

افسوس بے شمار سخن ہائے گفتنی
خوفِ فسادِ خلق سے ناگفتہ رہ گئے

ہمارا مورخہ ۲۵/۳ کو شام بذریعہ چناب ایکسپریس راولپنڈی کے لیئے ربوہ سے روانگی کا پروگرام تھا۔ روانگی سے قبل کامیاب سائیکل سفر کے لیئے مکرم و محترم میجر عبدالقادر صاحب نے دعا کروائی۔ چناب ایکسپریس حسب معمول لیٹ تھی۔ ۵-۲۰ کی بجائے ۷-۴۰ پر رونق افروز ہوئی۔ ٹھیک ۷-۵۰ پر ٹرین اسٹیشن چھوڑ چکی تھی۔ تھوڑی سی تگ و دو کے بعد ہمیں تین افراد والی ایک سیٹ مل گئی۔ ہمارے دو ساتھیوں کو جگا کر اور تین کو سُلا کر ٹرین ٹھیک صبح ۵-۲۰ پر راولپنڈی اسٹیشن پر تھی۔

آغاز سفر ۲۶ مارچ

ہاتھ منہ دھونے اور سائیکلوں

پر سامان پیک کرنے کے بعد ۶۔۲۰ پر اسٹیشن سے
روانہ ہوئے اور ۷۔۳۰ پر ہم سب مری روڈ پر واقع
ہوٹل میں ناشتہ کرنے میں مصروف تھے۔ ناشتہ سے
فارغ ہونے کے بعد اور تمام سامان چیک کرنے کے
بعد ہم ۸۔۱۵ پر سائیکلوں پر سوار ہوئے۔ ہمارے
امیر صاحب کے سائیکل کا "چکا" تھوڑا سا ٹیڑھا
ہو چکا تھا۔ لہتراڑ روڈ تک تلاش کے باوجود کوئی
سائیکل مرمت کی دکان نہ ملی لہٰذا اسی حالت میں خدا
پر توکل کرتے ہوئے دعا کے بعد سائیکل سفر کا باقاعدہ
آغاز کیا۔ لہتراڑ تک سڑک بہت خوبصورت تھی اور
خوبصورت مناظر کا آغاز ہو چکا تھا۔ سڑک کی اترائی
چڑھائی کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ
کبھی ہم بہت مسرور اور کبھی بہت مجبور ہو جاتے۔
۵۰ کلومیٹر کا فاصلہ ۴ گھنٹے میں طے کر چکنے کے بعد
۱۲۔۱۵ پر ہم لہتراڑ پہنچ گئے۔ دوپہر کا کھانا ہوٹل
سے کھایا۔ اسی دوران لہتراڑ کے لوگوں سے تعارف
ہوا۔ اور جب اُن کو پتہ چلا کہ ہمارا پروگرام سدھن
گلی کے ذریعہ مظفر آباد تک جانے کا ہے تو وہ ہمیں
ایسی نظروں سے دیکھتے کہ ہمیں اپنے "شیخ چلی" ہونے
کا گمان گزرتا۔ آج کے دن ہمارا ارادہ لہتراڑ سے ۱۸
کلومیٹر آگے کوٹلی جانے کا تھا مگر رات کے سفر کی تھکاوٹ
اور لہتراڑ کا خوبصورت ریسٹ ہاؤس اس ارادہ کی راہ
میں حائل ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ ریسٹ ہاؤس کے ساتھ
ملحقہ مکان میں مقیم ملازم سے پتہ چلا کہ ریسٹ ہاؤس
ہے تو خالی مگر کچھ دیر کے بعد S.D.O صاحب آئینگے
اور اُن سے اجازت لینا ہوگی۔ اس قومی اُمید کے
ساتھ کہ رات ہم ریسٹ ہاؤس میں ہی گزاریں گے ہم
ریسٹ ہاؤس میں داخل ہوئے۔ اُس وقت علاقہ کے
اسسٹنٹ کمشنر صاحب کام میں مصروف برآمدہ میں
تشریف فرما تھے۔ اپنے طرزِ عمل سے جس قدر اُنہوں
نے سائیکل سفر سے اسی قدر ہم نے اسسٹنٹ کمشنر
صاحب سے بیزاری ظاہر کی۔ سائیکلوں سے سامان اُتارا
گیا۔ وضو کرنے کے بعد باجماعت نماز ادا کی گئی۔
کچھ دیر آرام کرنے کے بعد خاکسار اور محمود صاحب نزدیک
ہی ایک پہاڑ پر ارد گرد کا علاقہ دیکھنے کے لئے چلے گئے
شام کا وقت تھا۔ اونچے اونچے درخت چاروں طرف
گردن اُٹھائے کھڑے تھے۔ درختوں کو "چیرا" دیکر
گوند حاصل کرنے کے لئے درختوں کے ساتھ مٹی کے
آب خورے باندھے ہوئے تھے۔ گوندیں سے
CHERRY BLOSSOM کی سی خوشبو آرہی تھی۔
اتنی بلندی سے بازار میں سڑک اور دکانیں بونوں
کے شہر کا نقشہ پیش کر رہی تھیں۔ کچھ دیر اُداس ہونے
کے بعد ہم دونوں نیچے آگئے۔ S.D.O صاحب
آچکے تھے۔ انہوں نے ہمارے سائیکل سفر کو
APPRECIATE (حوصلہ افزائی) کرنے کے بعد نہایت
معذرت کے ساتھ اپنی مجبوری ظاہر کی کہ آج اُن کے
ایک افسر تشریف لا رہے ہیں جس وجہ سے وہ اجازت
نہیں دے سکتے۔ ریسٹ ہاؤس کی بجائے یہاں سے
کچھ قریب ہی ایک ہوٹل کے پاس میرے کمرے ہیں
آپ چاہیں تو وہاں قیام کر سکتے ہیں۔ ہمارے ساتھ
انہوں نے اپنا ایک آدمی روانہ کر دیا۔ مگر اُس جگہ ایک
ٹرک ہوٹل اس قدر خوبصورت جگہ پر واقع تھا کہ ہم
نے کمروں کی بجائے ہوٹل میں ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا۔
اب ہمیں اندازہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ریسٹ ہاؤس

سے بھی اچھی جگہ دینا چاہتا تھا۔ ہوٹل کی LOCATION
(محل وقوع) بیان نہ کرنا ناشکری کے مترادف ہوگا۔
ہوٹل ایک اونچے ٹیلے پر واقع تھا۔ اگر ہوٹل میں
کھڑے ہوں تو سڑک دائیں طرف سے خوبصورت موڑ
کاٹ کر ہوٹل کے آگے سے گزر کر بائیں طرف کو خطرناک
موڑ کی شکل میں نظروں سے اوجھل ہو رہی تھی۔ بائیں
طرف سڑک کے بالکل ساتھ شفاف پانی کا چشمہ
پہاڑی کے درمیان سے اپنی سریلی اور میٹھی آواز کے
ساتھ بہہ رہا تھا۔ ہوٹل کے سامنے سڑک کے پار
خوبصورت نرسری تھی۔ لہذا ہم نے یہیں رات بسر
کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

رات کا کھانا کھانے، نمازوں کی ادائیگی اور
کچھ دیر آرام کرنے کے بعد ہم اپنے اپنے SLEEPING
BAGS نکال کر سونے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔
رات کو جب بھی آنکھ کھلتی یوں محسوس ہوتا جیسے پانی کا
چشمہ اپنی سریلی اور میٹھی آواز میں لوریاں دے رہا ہو۔
ٹرک ہوٹل پر ساری رات ٹرکوں کی آمد و رفت جاری
رہی۔ ہوٹل کے مالک اور گاہکوں کے درمیان گفتگو
سے بخوبی اندازہ ہو رہا تھا کہ دیگر شہروں کی طرح یہاں
گاہکوں کے ساتھ تکلف برتنے کی ضرورت پیش نہیں
آتی۔

سفر کا دوسرا دن ۲۷ مارچ ۱۹۸۹ء

صبح موسم نہایت خوشگوار تھا۔ ہلکی ہلکی پھوار
پڑ رہی تھی۔ نرم نرم ہوا چل رہی تھی۔ نماز فجر ہوٹل کے
سامنے سڑک کے پار نماز کے لئے مخصوص جگہ پر ادا کی۔
ناشتے سے فارغ ہو کر ۸ بجے دعا کرنے کے بعد لہتراڑ
سے روانہ ہوئے۔ روانگی سے پہلے امیر صاحب روزانہ
ایک آبزرویشن لیڈر مقرر کرتے جسے ہم OL کہتے۔ OL کے
مندرجہ ذیل فرائض تھے۔

۱۔ روانگی کے وقت تمام سامان چیک کرنا یا سامان
چیک کرنے کے لئے کسی کی ڈیوٹی لگانا۔
۲۔ اگر راستہ میں کوئی چیز بھول جائے تو اس کو
جرمانہ کرنا۔
۳۔ نمازوں کی امامت کرنا۔

OL پورے دن کا انچارج ہوتا تھا۔ اس کا سب سے
بڑا فائدہ یہ ہوا کہ راستہ میں کوئی بھی چیز گم نہ ہوئی۔
اور جب کوئی ساتھی غلطی کرتا تو جرمانہ کی وصولی کی شکل
میں اسے آئندہ کے لئے تنبیہہ ہو جاتی اور وہ پہلے
کی نسبت بہت زیادہ محتاط ہو جاتا۔

لہتراڑ سے کوٹلی کا فاصلہ ۱۸ کلومیٹر تھا۔ مگر
چڑھائی بہت زیادہ تھی۔ کوٹلی ½۵ ہزار فٹ کی بلندی
پر واقع تھی۔ ۸ بجے لہتراڑ سے روانہ ہو کر ہم ۹-۲۵
تک پونے دو گھنٹے میں یہ فاصلہ طے کر چکے تھے۔ تمام
راستہ بے حد خوبصورت تھا۔ سڑک کے ایک طرف
پہاڑ اور دوسری طرف گہری کھائیاں تھیں۔ پہاڑوں اور
کھائیوں کے درمیان مختلف فاصلوں پر مقامی لوگوں
کی جھونپڑیاں اور مکان تھے۔ راستہ میں ہم سوچتے
رہے کہ ان لوگوں کی زندگی کس قدر دشوار ہے صرف
سڑک تک پہنچنے کے لئے ان کو گھنٹوں پیدل سفر
کرنا پڑتا ہوگا۔

کوٹلی پہنچنے کے بعد مقامی لوگوں کی اچھی خاصی
تعداد ہمارے سپورٹس سائیکلوں کے ارد گرد جمع تھی
لوگوں کے پوچھنے پر ہم نے ان کو اپنا پروگرام بتایا

اس کے ساتھ ساتھ ربوہ کا تعارف کروایا اور صد سالہ "اظہارِ تشکر" کے متعلق بتایا۔ بڑوں کو ہمارے سائیکل سفر میں دلچسپی تھی جبکہ بچے اپنی تمام تر توجہ ہمارے گیئرز والے سائیکلوں پر مرکوز کر رہے تھے۔ باریک یا ریک ٹائرز، مڑے ہوئے ہینڈلز اور منہ چڑاتی ہوئی گدیاں اُن کو بہت پریشان کر رہی تھیں۔

کوٹلی کا بازار مین روڈ سے ملحق چھوٹی سڑک پر واقع تھا۔ دکانیں چھوٹی اور درمیانی سڑک تنگ تھی۔ اچھے ہوٹل کی تلاش کے بعد تھرڈ کلاس ہوٹل میں فسٹ کلاس چائے پینے کا بہت مزہ آیا۔ چائے کے ساتھ ہم لوگ بسکٹ وغیرہ استعمال کرتے۔ جو کہ ہماری توانائی بحال کرنے میں بہت مدد دیتے۔ بھُنے ہوئے چنے، ٹافیاں وغیرہ بظاہر معمولی چیزیں لگتی ہیں مگر راستہ میں ان کے استعمال سے تھکاوٹ قدرے کم ہو جاتی ہے۔

پون گھنٹہ آرام کرنے کے بعد ۳۰-۱۰ بجے ہم کوٹلی سے روانہ ہوئے۔ روانگی کے وقت ایک مرتبہ پھر کوٹلی کے بڑوں اور بچوں نے اکٹھے ہو کر ہمیں الوداع کرتے ہوئے اپنی خوش اخلاقی کا ثبوت پیش کیا۔

کوٹلی سے اگلا سٹاپ ڈلکوٹ تھا۔ کوٹلی تک ہم بلندی پر آئے تھے مگر اب ہمیں نیچے جانا تھا۔ چڑھائی پر چڑھنے کے بعد اُترائی ہمارے لئے نعمتِ عظمیٰ سے کم نہ تھی۔ اس نعمتِ عظمیٰ کو وہی محسوس کر سکتا ہے جس نے امتحانات کے بعد تعطیلات گزاری ہوں۔ جیسے آدھی رات سردی میں ٹھٹھرنے کے بعد گرم کمبل مل گیا ہو۔ جس نے جون کے دنوں میں روزہ رکھنے کے بعد افطاری کی ہو۔

اُترائی اُترتے ہوئے بعض باتوں کا بہت خیال رکھنا پڑتا ہے۔ آپ کے سائیکل کی بریکیں بالکل درست ہونی چاہئیں۔ ہاتھ بریکوں پر، نظر سڑک پر اور توجہ آنے جانے والی ٹریفک پر مرکوز ہونی چاہیئے۔ راستہ میں مناظر اتنے خوبصورت تھے کہ بعض اوقات اُنہیں دیکھنے کے لئے ہمیں RISK لینا پڑتا۔ اُترائی اُترتے وقت ہم لوگ اپنی اپنی استطاعت کے مطابق ایک دوسرے کی نظروں سے اوجھل ہو جاتے۔ سب سے آگے نسیم صاحب اُن کے پیچھے کچھ فاصلہ پر راقم اور راقم سے کچھ فاصلہ پر ہمارے دوسرے ساتھی نفیس، محمود اور امیر صاحب تھے۔

نیچے بہت نیچے ڈلکوٹ کا بہت بڑا پل چھوٹے سے نالے پر لکڑی کے تختے کے برابر نظر آ رہا تھا۔ چھوٹے چھوٹے کھیت بھورے رنگ کی چادر پر سبز پھولوں کی مانند نظر آ رہے تھے۔

اچانک میری نظر سڑک کے بائیں طرف چھوٹی سی کھائی پر پڑی۔ تین بچے سڑک کی طرف دوڑ رہے تھے۔ لکڑی اور ٹین کے مکان کے باہر اُن کی ماں حیرت سے اُن کی طرف دیکھ رہی تھی۔ بچوں کے گیئرز والے سائیکل دیکھنے کے اشتیاق نے میری سائیکل روک دی۔ تینوں ننگے پاؤں معصوم بچے مجھ سے کچھ فاصلے پر ہانپتے ہوئے کھڑے تھے۔ اُن کی آنکھوں میں مجھے اپنی سائیکل مرسڈیز لگ رہی تھی۔ میں نے اُن سے پوچھا آپ نے دوڑ کیوں لگائی؟ بولے ہم نے اس طرح کی سائیکل پہلی مرتبہ دیکھی ہے۔ ہم اسے قریب سے دیکھنا چاہتے تھے۔ میں نے اُن کو بہت قریب سے سائیکل دکھایا اور بہت سارے سوالوں کے جواب دیکر اُن سے اجازت

لے کر روانہ ہوا۔ مَیں سوچ رہا تھا اگر میری نظر اُن پر
نہ پڑتی تو مَیں اُن کو کس قدر مایوس کرتا؟ اور مجھے احساس
تک نہ ہوتا۔ کچھ دُور جاکر جب مَیں نے پلٹ کر اُن پر نظر
ڈالی تو وہ بدستور ابھی تک مبہوت کھڑے تھے۔

مختلف مناظر سے لطف اندوز ہوتے ہوئے
اور نئے راستوں سے آشنائی حاصل کرتے ہوئے
ہم ۰۰-۱۲ بجے ڈلکوٹ پہنچ گئے۔ ڈلکوٹ پہنچنے
تک ½ ۵ ہزار فٹ بلندی ہم LOOSE کر چکے تھے۔
چھوٹے سے نالے پر لکڑی کے تختے کے برابر نظر آنے
والا پُل اب ایک بہت بڑے پُل میں تبدیل ہوچکا تھا۔
یہ پُل ایک چھوٹے سے دریا کے اوپر ہوا میں معلق تھا۔
اور بڑے بڑے سنگلوں اور موٹی موٹی تاروں کے ذریعہ
دونوں اطراف سے پہاڑی کے ساتھ باندھا ہوا تھا۔
پُل کے پاس ہم نے ۱۰ منٹ ریسٹ کیا اور تصویریں کھینچیں۔
پُل سے آگے چڑھائی تھی اور ہم نے بلندی کی طرف
جانا تھا۔ اب ہماری سائیکلوں کے گیئرز پھر استعمال
ہونے لگے۔ ۲۰-۱ پر ہم ٹاٹیں پہنچے۔ ٹاٹیں چھوٹی سی
جگہ تھی۔ ایک ہوٹل اور دو دکانیں تھیں۔ یہاں سے ہم
نے دوپہر کا کھانا کھایا اور کچھ دیر آرام کرنے کے بعد
۳-۲ پر ٹاٹیں سے روانہ ہوئے۔

ہائیکنگ اور سائیکلنگ دونوں میں بعض اوقات
کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسے مواقع پر
قطعاً گھبرانا نہیں چاہیئے۔ ایسے مواقع پر ہی دیکھا جاتا
ہے کہ ایک شخص اپنے محدود وسائل کو کس طرح استعمال
کرتا ہے۔ اپنی عقل، صبر اور استقامت سے کس طرح
اِس مشکل کو دُور کرتا ہے۔ اگر یہ چیزیں ایک شخص
کے اندر پیدا نہیں ہوتیں تو پھر حقیقت میں ایسے
پروگراموں کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ مشکلات کے وقت
پریشان نہ ہونا اور اُن کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہمارے
امیر صاحب کی بہت بڑی خوبی ہے۔

ٹاٹیں سے روانگی کے وقت امیر صاحب کے سائیکل
کا "چکا" جو سائیکل سفر کے آغاز ہی سے ٹیڑھا ہوچکا
تھا اب بہت زیادہ ٹیڑھا ہوگیا اور سائیکل چلنا
مشکل ہوگیا۔ ہم سب یہ سوچ ہی رہے تھے کہ اب
کیا ہوگا۔ انہوں نے پنسل کے ساتھ "چکے" پر
مختلف زاویوں سے نشان لگائے اور ہاتھ سے کھینچ کر
"چکا" سیدھا کر دیا۔ ظاہر ہے ہاتھ سے مکمل طور پر
"چکا" سیدھا تو نہیں ہوسکتا مگر انہوں نے باقی
تمام سفر جھولتے ہوئے "چکے" کے ساتھ کیا۔ اِس
معمولی سے واقعہ نے ہمیں بہت کچھ سکھا دیا۔

جہاں سے سڑک ارجہ کے لئے مُڑتی ہے وہیں
سے سڑک سیدھی راولاکوٹ کی طرف بھی جاتی ہے۔
سڑک کے کنارے ارجہ کی طرف جانے والی سڑک کی
واضح نشاندہی کی گئی ہے مگر ہمارے ساتھی نسیم صاحب
جو سارے سائیکل سفر میں سب سے آگے رہے اور
جو سڑک کے علاوہ باقی تمام چیزوں کو بیکار سمجھتے تھے
(ویسے اب نہیں سمجھتے) ارجہ جانے کی بجائے راولاکوٹ
والی سڑک پر چلے گئے۔ جب ہم لوگ وہاں پہنچے تو مقامی
لوگوں سے پتہ چلا کہ نسیم صاحب تو مُڑنے کی بجائے سیدھا
راولاکوٹ کی طرف روانہ ہوچکے ہیں۔ اِس موقع پر
ہمیں شدت سے احساس ہوا کہ آنکھوں والوں کیلئے
بھی آنکھیں بڑی نعمت ہیں۔ بہرحال نسیم صاحب کو
واپس آنے میں جتنی دیر لگی اُتنی دیر میں ہم نے نماز ظہر
عصر ادا کرلی اور ٹھیک ۵۵-۴ پر ارجہ پہنچ گئے۔

لہتراڑ سے ارجہ تک کل ۶۵ کلومیٹر فاصلہ ہم نے طے کیا جبکہ ڈلکوٹ سے ارجہ تک بلندی ۲½ ہزار فٹ تھی۔ ارجہ میں داخل ہونے سے پہلے اٹھکیلیاں کرتے ہوئے دریا کا خوبصورت پل ساری تھکاوٹ دور کر دیتا ہے۔ دریا تک پہاڑی راستہ نیچے کی طرف آ رہا ہے مگر دریا کا پل کراس کر کے تقریباً ایک فرلانگ چڑھائی چڑھ کر انتہائی خوبصورت بلند جگہ پر ارجہ واقع ہے۔ ارجہ انتہائی خوبصورت یورپی طرز کا گاؤں ہے سارے سفر کے دوران سب سے زیادہ خوبصورت جگہ ہمیں ارجہ ہی لگی۔ رات بسر کرنے کے لیے ارجہ میں محکمہ جنگلات کا ریسٹ ہاؤس مل گیا۔ جس وقت ہم ریسٹ ہاؤس میں اپنے سائیکلوں سے سامان وغیرہ اتار رہے تھے اسی وقت ریسٹ ہاؤس کے ساتھ واقع بازار میں یہ خبر پھیل چکی تھی کہ کچھ سائیکلسٹ ریسٹ ہاؤس میں آئے ہیں۔ چنانچہ چند مقامی لوگ اپنی خیر توں سمیت ریسٹ ہاؤس آنے لگے۔ جب ہم انہیں اپنا تعارف کرواتے، اپنے سائیکل سفر کا مقصد بتاتے اور انہیں پتہ چلتا کہ راولپنڈی سے چل کر براستہ سدھن گلی مظفر آباد تک ہمارا جانے کا ارادہ ہے تو وہ بہت عزت افزائی سے پیش آئے۔

کچھ دیر آرام کرنے کے بعد ہم ارجہ کا بازار دیکھنے چلے گئے۔ ارجہ کا بازار کافی کشادہ ہے اور دکانوں اور ہوٹلوں کا معیار بھی اچھا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بہت با اخلاق لوگ ہیں۔ ارجہ کے بازار میں ہمیں ڈگری کالج "باغ" کے چند طلباء ملے۔ ("باغ" ارجہ سے اگلا اسٹیشن ہے۔) انہوں نے ہمیں بتایا کہ ہم تو آپ ہی کی طرف ریسٹ ہاؤس جا رہے تھے اچھا ہوا آپ یہیں مل گئے۔ اب آئیں اور ہمارے ساتھ چائے پئیں۔ ہوٹل میں چائے کی پیالی پر اُن سے تفصیلی تعارف اور سائیکل سفر سے متعلق گفتگو ہوئی۔ وہ سب کچھ جان کر بہت حیران اور خوش ہوئے۔ اور جب انہیں علم ہوا کہ ہم یونیورسٹی کے طلباء ہیں تو خیالات میں زیادہ ہم آہنگی پیدا ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ جب آپ کل "باغ" سے گزریں گے تو ہم کالج کے طلباء آپ کا استقبال کریں گے۔ اور آپ کو خوش آمدید کہیں گے۔ بازار کو دیکھ کر اور ایک گرم حمام والے سے ٹائم لے کر ہم واپس ریسٹ ہاؤس آ گئے۔

ریسٹ ہاؤس کے چوکیدار سے پتہ چلا کہ نیچے دریا کے کنارے گرم پانی کا ایک چشمہ بھی ہے میرے اور نورالدین صاحب کے دل میں اس چشمہ کو دیکھنے کا زبردست اشتیاق پیدا ہوا۔ چنانچہ ہم دونوں اسی وقت چشمہ کو دیکھنے کے لیے نیچے اتر آئے۔ خدا کی عجیب قدرت ہے کہ ایک ہی جگہ سے دو چشمے پھوٹ رہے ہیں، ایک کا پانی زبردست سرد ہے تو دوسرے کا گرم۔ اور ان چشموں کے سامنے نیلے پانیوں والا دریا بہہ رہا ہے۔ دریا میں جگہ جگہ بڑے بڑے خوبصورت پتھر موجود ہیں ہم دونوں ایک ایسے ہی پتھر پر بیٹھ کر کچھ دیر خاموش گفتگو کرتے رہے اور پھر صانع حقیقی کی حمد کرتے ہوئے واپس آ گئے۔ کھانا کھانے سے پہلے ہم گرم حمام سے نہا کر بالکل تازہ دم ہو چکے تھے۔

کھانے اور نماز کی ادائیگی کے بعد ہم جلد سو گئے تاکہ زیادہ سے زیادہ آرام کا موقع میسر آ سکے کیونکہ

صبح ہم نے ساڑھے سات ہزار فٹ بلندی پر واقع "سُدھن گلی" جانا تھا اور یہ سب سے مشکل سفر تھا۔

تیسرا روز

۲۸ مارچ ۱۹۸۹ء کو ناشتہ سے فارغ ہو کر ۸-۲۰ پر "باغ" کے لیے روانہ ہوئے۔ ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی۔ بعض جگہوں سے سڑک ٹوٹی ہوئی تھی یا یوں کہہ لیجئے کہ بعض جگہوں سے سڑک ٹھیک تھی۔ بارش کے باعث کیچڑ بھی تھا چنانچہ بہت احتیاط سے گزرنا پڑتا۔ تمام علاقہ انتہائی خوبصورت تھا۔ علاقہ تو سارا ہی ایک سا تھا یعنی سڑک کے ایک طرف پہاڑ اور دوسری طرف بڑی بڑی کھائیاں اور ان کھائیوں کے درمیان خوبصورت دریا، درخت، ندی، نالے چشمے اور ٹین کے مکان وغیرہ مگر ہر نیا آنے والا منظر اپنی انفرادیت کے باوجود ایک اور خوبصورت اور منفرد منظر کی پیشگوئی کر جاتا اور یہ پیش گوئی ہمارے سائیکلوں کو اور زیادہ تیز کر دیتی۔

ارجہ سے باغ تک کا ۱۸ کلومیٹر کا فاصلہ ہم نے ۹-۵۰ تک ڈیڑھ گھنٹے میں طے کر لیا تھا۔ باغ ارجہ سے زیادہ کشادہ مگر کم خوبصورت ہے۔ باغ کے نو تعمیر شدہ پُل پر ہم نے صرف ۱۰ منٹ آرام کیا اور ۱۰ بجے باغ سے "سُدھن گلی" کے لیے روانہ ہوئے۔ جہاں پر باغ کی آبادی ختم ہوتی ہے وہاں سے سُدھن گلی کی طرف جانے والی سڑک کی SHARP چڑھائی شروع ہو جاتی ہے اور اس چڑھائی کے ایک خوبصورت موڑ پر ڈگری کالج "باغ" واقع ہے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو ارجہ میں ملنے والے طلباء کے ساتھ کالج کے دیگر بہت سارے طلباء استقبال کے لئے کھڑے تھے۔ تمام طلباء بے حد گرمجوشی سے ملے اور مختلف سوالات پوچھتے رہے اُن سب کے لیے بذریعہ سائیکل سُدھن گلی کی چڑھائیاں چڑھنا ایک انوکھی اور اچھوتی مہم سے کم نہ تھا بعض نے تو اس کا ذکر بھی کیا کہ یقین نہیں آتا کہ آپ سُدھن گلی تک بذریعہ سائیکل پہنچ جائیں گے۔ لیکن اگر آپ کے پچھلے سفر کو مدنظر رکھیں تو ناممکن نظر نہیں آتا۔ اُن کی خواہش تھی کہ ہم کچھ دیر اُن کے پاس رُکیں مگر ہم نے اُن سے معذرت چاہی کیونکہ ہم چاہتے تھے کہ دو بجے تک ہم سُدھن گلی پہنچ جائیں۔ اُن سے اجازت لیکر ہم اپنے مشکل ترین سفر پر روانہ ہوئے۔ اور میں سوچ رہا تھا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ جو باتیں دوسروں کی نظر میں ناممکن ہیں وہ ہمارے لیے ناممکنات میں سے نہیں۔ اس کا جواب اس کے علاوہ کیا ہو سکتا ہے کہ ہمارا یہ سفر صرف ہماری خواہش کا نتیجہ نہیں تھا یہ ایک برگزیدہ بندے کا حکم اور نصیحت تھی۔ امام وقت اور بزرگوں کی دعائیں ہمارے شامل حال تھیں جو ہمارے جذبوں اور حوصلوں کے لیے مہمیز تھیں۔ یہ تو راہِ حق میں پیش آنے والی مشکلات و مصائب کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی ایک ریہرسل اور پریکٹس تھی۔ یہ منزل نہیں یہ تو منزل تک پہنچنے کے لیے سفر کا آغاز تھا۔ اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمارا یہ سفر تو "تھار تا تکہ" کے حوالہ سے تاریخی اہمیت کا حامل تھا۔ یہ سب باتیں ہمارے لیے زبردست محرکات ہیں۔ اور یہی وہ محرکات ہیں جو ایک احمدی کے لیے کسی چیز کو ناممکن نہیں رہنے دیتے۔

تقریباً ۹ کلومیٹر فاصلہ طے کرنے کے بعد ہم چڑھائیوں کی وجہ سے تھکاوٹ محسوس کر رہے تھے چنانچہ ایک لبِ سڑک واقع ہوٹل سے چائے پینے کا ارادہ

کیا گیا۔ چائے کے دوران ہوٹل میں موجود لوگ ہمیں اپنے پچھلے بھائیوں کی طرح سُدھن گلی کی چڑھائیوں سے خوفزدہ کرنے میں مشغول رہے۔ پندرہ بیس منٹ آرام کرنے کے بعد پھر روانہ ہوئے۔ کبھی کبھار کوئی ویگن اپنی پوری طاقت لگاتے ہوئے ہمارے پاس سے گزر جاتی۔ مسافر اپنی خوشی اور حیرانگی کا اظہار کرنے میں بخل سے کام نہ لیتے۔

باغ اور سُدھن گلی کے تقریباً درمیان ہمارے ساتھی نسیم صاحب "باعثِ تھکاوٹ" یہ اعتراف کر چکے تھے کہ اُن کے لئے اب "سُدھن گلی" کا باقی سفر بذریعہ ویگن ہی ممکن ہے۔ (یہ میری رائے ہے نسیم صاحب اختلاف کا پورا حق رکھتے ہیں) چنانچہ انہوں نے ویگن پر سوار ہوکر اپنے اعتراف کا عملی ثبوت پیش کیا۔ ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ جس قدر انہوں نے سائیکل سفر کیا سب سے آگے اور نمایاں رہے۔

دوپہر ۲۵-۲ پر ہم بارش میں سُدھن گلی پہنچے نسیم صاحب استقبال کے لئے ہوٹل کی ڈیوڑھی پر موجود تھے۔ اس طرح SHARP چڑھائیوں والا ۱۶ کلومیٹر فاصلہ ہم نے تقریباً ½۴ گھنٹے میں طے کیا۔ راستے میں تقریباً ۴ کلومیٹر کا فاصلہ بہت زیادہ چڑھائی کے باعث پیدل بھی طے کرنا پڑا۔ سدھن گلی کی بلندی ½۷ ہزار فٹ ہے۔ تھکاوٹ اور بھوک اپنی شدت پر تھی۔ بھوک کی شدت ہوٹل میں اور تھکاوٹ ریسٹ ہاؤس میں ختم ہوئی۔

"سُدھن گلی" کے لوگوں کی سادگی کا اندازہ ہمیں اس بات سے بخوبی ہوگیا کہ جب اُن سے سرکاری ریسٹ ہاؤس کھولنے کے لئے کہا گیا تو انہوں نے انکار کرتے ہوئے یہ جواب دیا۔ یہ V.i.P کے لئے ہے جب باوجود اصرار کے وہ اپنی بات پر بضد رہے تو امیر صاحب نے اُن سے پوچھا کہ کیا V.i.P کے ماتھے پر V.i.P لکھا ہوتا ہے؟ ہم بھی V.i.P ہیں۔ اب V.i.P کی تعریف بھی اُنہیں کی زبانی سُنیئے۔ V.i.P کی تعریف اُنہوں نے یہ کی کہ رات کو دو جاپانی ریسٹ ہاؤس میں آئے ہوئے تھے اُن کے آنے کی وجہ سے رات معمول کی لوڈشیڈنگ نہیں ہوئی۔ ویسے مجھے امید ہے وہ اس تعریف کے مطابق ہمیں بھی V.i.P تسلیم کر چکے ہوں گے کیونکہ جس رات ہم وہاں ٹھہرے تھے اُس رات بھی اتفاقاً لوڈشیڈنگ نہیں ہوئی تھی۔

ریسٹ ہاؤس بہت خوبصورت جگہ پر واقع تھا۔ برف پوش بلند پہاڑ کے پہلو میں واقع ریسٹ ہاؤس سامنے گنجان آباد بستی کو دیکھنے کے لئے دُوربین کا کام دیتا ہے۔ اُس کے سامنے بل کھاتی ہوئی سڑک چکار کی طرف جاتی ہے۔

شام کا وقت تھا۔ ہر چیز بارش میں نہا کر زیادہ نکھر چکی تھی۔ راقم اور نفیس صاحب پہاڑ پر چڑھ کر علاقہ کی تمام رعنائیاں دیکھنا چاہتے تھے۔ مگر ہمارے ساتھی ریسٹ ہاؤس میں آرام کرنے پر مُصر تھے۔ وہ ہمارا نہ ہم اُن کا ارادہ تبدیل کر سکے۔ چنانچہ ہم دونوں ریسٹ ہاؤس سے پہاڑ کی طرف جانے والی پگڈنڈی کے ذریعے پہاڑ پر پہنچے۔ اگر ایک طرف غریب اور لاٹھی ٹیکتا بوڑھا رات کا چولہا جلانے کے لئے لکڑیاں اکٹھی کر رہا تھا تو دوسری طرف دو ننھی سی بچیاں اپنے نابینا باپ کی انگلیاں تھامے انتہائی خطرناک اور دشوار گزار راستہ کے ذریعے

اُسے گھر لیجاتے ہوئے یہ باور کرا رہی تھیں کہ یہاں
کی زندگی بہت مشکل اور انتہائی ہمت طلب ہے۔

؎ سبز سنہرے کھیتوں پر
پھواریں سُرخ لکیروں کی
اس بستی سے آتی ہیں
آوازیں زنجیروں کی
کڑوے خواب غریبوں کے
میٹھی نیند امیروں کی

غرض یہاں پر شاعر یا فلاسفر بنانے والے تمام
نظارے موجود تھے مگر ہم خالی ہاتھ ہی واپس آگئے۔

رات کھانے کے دوران اس علاقہ کے بارے
میں بہت ساری معلومات مالک ریسٹ ہاؤس
سے حاصل ہوئیں۔ جب ہم سونے کے لئے لیٹے تو
آدھی رات پہلے تک اس سہمی ہوئی بستی سے بنسری کی
اداس آواز آتی رہی۔

—— ایک کربناک آواز۔ نہ جانے کون ستم
رسیدہ تھا جو تمام دن دُکھوں کا بوجھ ڈھونے
کے بعد رات کی تنہائی میں جسم و رُوح کی آسودگی
تلاش کر رہا تھا ؎

بالاگئے رات نوں
مینوں دُکھاں دا کمبل دے
میں اوکھا دن گزاریا
مینوں سوکھا ہوون دے

رات بہت اندھیری اور سرد تھی۔ سونے سے
پہلے چونکہ ہم سب کے پاس SLEEPING BAGS
تھے اس لیئے امیر صاحب نے تمام رضائیاں ریسٹ
ہاؤس کے سٹور میں رکھوا دیں لیکن رات کو سردی کی
شدّت کے باعث SLEEPING BAGS
ناکافی ثابت ہوئے۔ سوائے امیر صاحب کے جن
کے پاس سب سے موٹا اور بڑا SLEEPING
BAG تھا۔ باقی سب، سب کچھ پہننے کے باوجود
ٹھٹھرتے رہے۔ ایسے ہی ایک موقع پر جب میں غنودگی
کے عالم میں اپنا آخری سویٹر پہن رہا تھا مجھے اپنے
ساتھی نورالدین کی چارپائی پر حرکت محسوس ہوئی۔ میں نے
اس سے پوچھا پہن رہے ہو یا اُتار رہے ہو؟ تو اس
نے جواب دیا اب پہننے کو کچھ بچا ہو تو پہنوں۔ یہ
جان کر کہ سب ہی ٹھٹھر رہے ہیں کافی گہری اور میٹھی
نیند آئی۔

صبح جب ہم نے امیر صاحب کے غلط فیصلہ
پر احتجاج کیا تو انہوں نے یہ کہہ کر سارا غصہ ٹھنڈا
کر دیا کہ مجھے اُٹھا دیتے میں جا کر سٹور کی چابی لے آتا
جی ہاں، مشکل سے مسئلہ کا آسان ساحل بتانا ہمارے
امیر صاحب کی بہت بڑی خوبی ہے۔

چوتھا روز

۲۹ مارچ ۱۹۸۹ء کو صبح ناشتہ سے
فارغ ہو کر ۸-۴۰ پر ہم ایک دفعہ پھر اپنے سفر پر
روانہ تھے۔ اگلا اسٹیشن "چکار" تھا۔ اب ہم نے
بلندی LOOSE کرنی تھی۔ یعنی پیڈلوں کو روک کر
نیچے اُترنا تھا۔ سُدھن گلی سے چکار تک بعض جگہوں
سے سڑک خاصی خراب تھی اور رات بارش کے
باعث ٹوٹے ہوئے حصوں پر پھسلن بھی تھی جس کے
باعث سائیکل تیز نہیں کر سکتے تھے۔ مگر احتیاط کے
باوجود سبھی بہت ENJOY کر رہے تھے۔ بہت
زیادہ احتیاط کا باعث گزرے ہوئے سفر میں ہمیش

آنے والے دو واقعات تھے جو حادثہ بنتے بنتے بچے۔ سڑک پر چشمہ بہنے سے کافی جمی ہوئی تھی جس کا اندازہ ہمیں صحیح طریقہ سے نہ ہو سکا تھا۔ راقم اور امیر صاحب اس سے پھسل گئے تھے مگر خدا نے اپنے خاص فضل و کرم سے کھائی میں گرنے سے بچا لیا۔ ایسے ہی موقعوں پر دوران سفر پڑھی جانے والی دعائیں کام آتی ہیں۔

۱۰-۰۰ بجے تک ہم چکار پہنچ گئے تھے۔ محمد حسن گلی سے چکار تک فاصلہ ۱۶ کلومیٹر تھا۔ چکار بھی خوبصورت جگہ ہے۔ ۱۰-۲۰ بجے چکار سے روانہ ہو کر ۱۰-۵۰ بجے "دھنی بقالاں" پہنچ چکے تھے۔ چکار سے دھنی بقالاں کا فاصلہ ۱۴ کلومیٹر ہے۔ دھنی بقالاں میں چائے پینے اور کچھ دیر آرام کرنے کے بعد ۱۱-۴۰ بجے ہم اپنی آخری سفری پرواز مظفر آباد کے لیے روانہ ہوئے۔ دھنی بقالاں سے مظفر آباد تک سڑک ہموار ہونے کے باوجود بے حد خوبصورت ہے۔ کیونکہ دریا بہت حسین منظر پیش کرتا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آدمی دریا کے ساتھ بھاگ رہا ہو۔

"دھنی بقالاں" سے مظفر آباد تک کا ۳۲ کلومیٹر فاصلہ ہم نے ۱-۳۰ تک طے کر لیا تھا یعنی تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں۔ اور یہ ہمارا بہترین سفر تھا۔ مظفر آباد میں تکمیل سفر کی لذت نے کھانے کا مزہ دوگنا کر دیا تھا — مظفر آباد سے راولپنڈی بذریعہ بس اور راولپنڈی سے ربوہ بذریعہ ٹرین ۸۹-۳-۳۰ کی صبح پہنچے۔ اور اس طرح "جشن تشکر" کے حوالہ سے ہمارے اس عظیم اور تاریخی سائیکل سفر کا اختتام ہوا۔

سفر کے اختتام پر ہم سب اس پر متفق تھے کہ

"اصل سائیکل سفر تو پہاڑی علاقوں کا ہے۔ جو جسمانی طاقت اور قوتِ ارادی کیلئے چیلنج کے علاوہ فطرت کا حسن اور دعوت الی اللہ کا وسیع میدان بھی اپنے اندر سموئے ہوئے ہے"۔

ایسی مہمات کا مقصد بھی یہی ہے کہ محدود وسائل کے ساتھ ناہموار حالات میں رہ کر اپنی قوت، صبر اور برداشت کو صیقل کیا جائے اور خود کو ذہنی و جسمانی اعتبار سے ایک ایسے توانا فرد میں تبدیل کر لیا جائے کہ بقول شاعر ؎

جو ناخن سے پربت کاٹے اور پربت کٹ جائے

آئیے اسی بات پہ بات ختم کر دیں ورنہ تو ؎

جتنی باتیں کی ہیں ان سے زیادہ ابھی ادھوری ہیں

رپورٹ دورہ جات صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

سہ ماہی اول

۱۰ نومبر: دارالعلوم غربی۔ اجلاس عام میں تربیتی تقریر فرمائی اور بعد ازاں اجلاس کا انعقاد کر کے جائزہ لیا گیا۔

۱۴ نومبر کو شیخوپورہ شہر میں ایک اجلاس عاملہ ہوا جس میں تعارف ہوا اور ہدایات وغیرہ دی گئیں۔ اسی روز سابق صدر صاحب خدام الاحمدیہ کی الوداعی تقریب بھی شیخوپورہ میں ہوئی۔

۱۶، ۱۷ نومبر کو صدر صاحب خدام الاحمدیہ نے ملتان میں جشن تشکر کے سلسلہ میں ہونے والے جلسہ میں شرکت کی اور اس کے بعد ضلع ملتان کی مجلس عاملہ سے ملاقات کی۔

۲۰ نومبر کو دارالرحمت غربی (ربوہ) میں ایک اجلاس عام میں تقریر کی اور اجلاس عاملہ میں مجلس کے کاموں کا جائزہ لیا گیا۔

۲۳ نومبر: لاہور
۲۷ نومبر: سرگودھا
یکم دسمبر: اسلام آباد
۵ دسمبر: جہلم شہر
۱۶ دسمبر: جھنگ شہر
بہاولپور
ملتان

ان جگہوں پر مجالس عاملہ کے اجلاسات ہوئے اور قائدین و ناظمین کے کاموں کا جائزہ لیا گیا اور ہدایات دی گئیں۔

۲۵ دسمبر: گنجے سندھو (لاہور) جلسہ سالانہ میں شرکت اور تقریر کی۔
ماڈل ٹاؤن " " " " اجلاس عاملہ ضلع۔

۲۹ دسمبر: داتہ زیدکا (سیالکوٹ) جلسہ جشن تشکر۔

۱۵ دسمبر: فیصل آباد شہر اجلاس عاملہ مع عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان۔

۶ دسمبر: منڈی بہاؤ الدین ملاقات قائد ضلع گجرات۔

" : میرپور (آزاد کشمیر) اجلاس عاملہ۔

۶؍دسمبر : راولپنڈی اجلاس عاملہ ۔
۷؍دسمبر : واہ کینٹ " " ۔ اجلاس عام ۔
" : پشاور شہر تقریر سیرۃ النبیؐ، مجلس سوال و جواب، اجلاس عاملہ ۔

دَورہ سندھ

۶؍جنوری ۱۹۹۰ء تا ۱۷؍جنوری ۱۹۹۰ء

۶؍جنوری سے ۱۷؍جنوری تک مندرجہ ذیل مجالس کا دَورہ کیا :۔
عزیز آباد (کراچی)، گلارچی (ضلع بدین)، بدین شہر، حیدر آباد شہر، میرپور خاص، کُنری، محمود آباد فارم، ناصر آباد فارم، نبی سر روڈ، نصیر آباد، محمد آباد اسٹیٹ، نفیس نگر فارم، نواں کوٹ، چک ۴۲ ضلع سانگھڑ، نواب شاہ، سکرنڈ، مورو، بریارو ڈ، جمال پور ضلع خیرپور، کرونڈی، سکھر، شکار پور، لاڑکانہ ـــــ اختر کالونی کراچی، ملیر کینٹ، لانڈھی کورنگی، احمدیہ ہال، ڈرگ کالونی، گلشن اقبال، (کراچی)۔ ان جگہوں پر مجالس عاملہ کے اجلاسات اور اجلاس عام بھی منعقد ہوئے ـــــ

نوٹ :۔ ۱۲؍جنوری کو چک ۴۲ ضلع سانگھڑ میں سیرۃ النبیؐ کے اجلاس میں ۱۰۰ کے قریب احمدی احباب اور ۱۰۰ مہمان شریک ہوئے نیز مورو ضلع نوابشاہ میں مجلس سوال و جواب میں دس معزز مہمان اور ڈرگ کالونی کراچی کی مجلس سوال و جواب میں ۲۲۰ خدام اور انصار اور ۵۴ مہمان شریک ہوئے ۔

- ۵؍دسمبر سے ۷؍دسمبر تک کے پروگرام میں مکرم محمود احمد صاحب سابق صدر اور مکرم خالد محمود الحسن صاحب (محاسب) ہمراہ تھے ۔
- کراچی اور حیدر آباد کا دَورہ مکرم محمود احمد صاحب سابق صدر خدام الاحمدیہ کی معیّت میں ہوا اور انہوں نے کراچی اور حیدر آباد کی طرف سے الوداعی تقریبات میں شرکت بھی کی ۔
- دورہ سندھ کے دوران کراچی سے مکرم سیٹھ منیر احمد صاحب (نائب قائد ضلع کراچی) مکرم مبارز احمد صاحب اور مکرم عبدالستار قمر صاحب کنری (تھرپارکر) تک ہمراہ رہے ۔
- ضلع تھرپارکر کے تفصیلی دورے میں مکرم امتیاز احمد صاحب قائد ضلع تھرپارکر، ساتھ رہے ۔ جبکہ مکرم مبشر احمد صاحب نائب قائد ضلع کراچی نے تھرپارکر، سانگھڑ، خیرپور، سکھر اور لاڑکانہ کے اضلاع میں ساتھ دورہ کیا ۔

"مجلس خدام الاحمدیہ کو قائم کرنے کی غرض ہی یہی تھی کہ نوجوان دین میں ترقی کریں اور اس قابل ہو جائیں کہ انہیں عزت دی جائے۔" (حضرت مصلح موعود)

اخبارِ مجالس

(مرتبہ:- ناصر احمد طاہر)

ریفریشر کورسز اور ہفتہ اعتماد

٭ ضلع سرگودہا کی ۱۲ مجالس میں داعیان الی اللہ کے ریفریشر کورسز میں ۵۹۰ احباب شامل ہوئے۔ ان مجالس میں سرگودہا شہر، چک نمبر ۴۶، چک نمبر ۸۶، ۸۷ شمالی، چک نمبر ۹۹ شمالی، کوٹ مومن، چاہ سردار والا، چک نمبر ۵۲ شمالی، سلانوالی، ہجکہ، تخت ہزارہ، چک نمبر ۳۷ جنوبی اور چک نمبر ۳۵ جنوبی شامل ہیں۔

٭ ضلع مظفرگڑھ کا ریفریشر کورس ۲۵ دسمبر ۱۹۸۹ء کو ہوا۔

٭ ۱۵ دسمبر ۱۹۸۹ء کو ضلع ملتان کے قائدین مجالس، مجالس عاملہ کا ریفریشر کورس منعقد ہوا ۷۹ عہدیداران نے شرکت کی۔

٭ مجلس خدام الاحمدیہ ملیر کراچی نے ۸ دسمبر تا ۱۶ دسمبر ۱۹۸۹ء ہفتہ اعتماد منایا۔ مختلف ریفریشر کورسز منعقد ہوئے ۵۱ عہدیداران نے ریفریشر کورسز سے استفادہ کیا۔

٭ مجلس خدام الاحمدیہ اورنگی ٹاؤن کراچی نے دسمبر ۱۹۸۹ء میں عشرہ اعتماد منایا۔ حلقہ جات کی سطح پر ۴ اور مجلس کی سطح پر ایک کورس ہوا۔

٭ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور کا ریفریشر کورس ۱۰ دسمبر ۱۹۸۹ء کو ہوا۔ اس میں قائدین مجالس شہر، معتمدین مجالس شہر اور اراکین عاملہ ضلع شامل ہوئے۔

٭ مندرجہ ذیل اضلاع اور مجالس میں ریفریشر کورس ہو چکا ہے۔

اضلاع:- سیالکوٹ، مظفرگڑھ، لاہور، اسلام آباد، ملتان، سرگودہا۔

مجالس:- عزیز آباد کراچی، اسلام آباد، ملیر کراچی۔

دیگر اضلاع و مجالس سے بھی گذارش ہے کہ جلد از جلد ریفریشر کورس منعقد کریں۔

جلسے اور اجلاسات

٭ مجلس خدام الاحمدیہ محمود آباد کراچی کا پہلا سالانہ تربیتی اجتماع ۲۷ اکتوبر ۱۹۸۹ء کو بیت الہدیٰ میں ہوا۔ اس اجتماع میں علمائے سلسلہ کی تقاریر کے علاوہ علمی و ورزشی مقابلہ جات کروائے گئے۔ ان علمی و ورزشی مقابلہ جات میں تقریباً ڈیڑھ سو خدام نے حصہ لیا۔ ایک مجلس سوال و

جواب بھی ہوئی۔

ہ مجلس خدام الاحمدیہ مالو کے بھلی سیالکوٹ کے ۲ اجلاسات ۶، اور ۱۷، دسمبر ۱۹۸۹ء کو ہوئے۔ نیز ۱۲ احباب خدام کی دعوت پر واتہ زیدکا کے جلسے میں شامل ہوئے۔

ہ مجلس خدام الاحمدیہ میرا بھرٹکا میر پور آزاد کشمیر کا ماہ دسمبر ۱۹۸۹ء میں ایک اجلاس عاملہ کا اور ایک اجلاس عام ہوا جس میں ۵۳ خدام شامل ہوئے۔

ہ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع ملتان کا جلسہ ۱۷، نومبر ۸۹ء کو ہوا، ۳۵۰ خدام اور ۱۷۰ اطفال نے شرکت کی اور ایک مجلس سوال و جواب ہوئی۔

ہ مجلس خدام الاحمدیہ وحدت کالونی کے زیر اہتمام مجلس اطفال الاحمدیہ کے حاصل کردہ علیم انعامی کی رونمائی کیلئے ایک اجلاس ہوا جس میں ۱۰۲ خدام اور ۶۰ اطفال شامل ہوئے۔

ہ ۲۹، دسمبر ۱۹۸۹ء کو کوٹلی شہر میں جلسہ ہوا جس میں ۳۴ خدام اور ۳۳ اطفال شریک ہوئے اور مجموعی حاضری ۴۰۰ تھی۔ نیز ۱۰، دسمبر ۱۹۸۹ء کو جلسہ یوم والدین ہوا۔

ہ قیادت ضلع سانگھڑ میں ۱۱ مئی ۱۹۸۹ء کو جلسہ سیرۃ النبیؐ ہوا ۱۰۸ احباب جماعت اور ۲۳۶ مہمان تھے۔

ہ حیدر آباد سندھ میں یک روزہ اجتماع میں ۳۱۴ حاضری تھی۔

ہ مجلس خدام الاحمدیہ بھلوال کا اجتماع ۱۴ اور ۱۵، ستمبر ۱۹۸۹ء کو ہوا۔ علمی و ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔ ایک تقریر اور مجلس سوال و جواب ہوئے۔

ہ مجلس خدام الاحمدیہ ڈرگ روڈ کراچی کا سالانہ تربیتی اجتماع ۶، اکتوبر ۱۹۸۹ء کو ہوا علمی تقاریر کے علاوہ ورزشی مقابلہ جات بھی ہوئے۔ اس میں ۱۲۱ خدام ۶۱ اطفال اور ۳۲ انصار شامل ہوئے۔

ہ عزیز آباد کراچی میں ۳۰، نومبر ۱۹۸۹ء کو جلسہ سیرۃ النبیؐ ہوا۔ اس میں ۸۲ خدام ۵۵ اطفال اور ۶۶ انصار شامل ہوئے۔

ہ مجلس خدام الاحمدیہ قیادت مغلپورہ حلقہ غازی آباد میں ۸، دسمبر ۱۹۸۹ء کو جلسہ سیرۃ النبیؐ ہوا کل حاضری ۹۵ تھی۔ جس میں ۶ مہمان بھی شامل ہوئے۔

ہ مجلس خدام الاحمدیہ شاہدرہ ٹاؤن لاہور کا جلسہ سیرۃ النبیؐ ۱۷، نومبر ۱۹۸۹ء کو ہوا ۲۴۰ احباب نے شرکت کی۔

ہ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع سرگودہا کے ماہ دسمبر ۱۹۸۹ء میں ۴ اجلاس ہوئے۔ قائد صاحب ضلع نے ۹ مجالس کا دورہ کیا اور ۳۰۰ کلو میٹر سفر کیا۔ ممبران مجلس عاملہ نے ۴۵ مجالس کے دورے کئے اور ۱۵۳۲ کلو میٹر سفر طے کیا۔

ہ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور کے ماہ دسمبر ۱۹۸۹ء میں ۳ اجلاس ہوئے۔ قائد صاحب ضلع اور مجلس عاملہ کے اراکین کے ۱۶۱ دورہ جات ہوئے۔

ہ مجلس خدام الاحمدیہ اورنگی ٹاؤن کراچی کی عاملہ کے ۲ اجلاس ہوئے، اور ایک اجلاس عام ہوا۔

ہ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع سکھر کے ۷۹ خدام نے جلسہ سیرۃ النبیؐ میں شرکت کی۔ اس جلسہ میں انصار، خدام، لجنہ، اطفال اور ناصرات کی کل حاضری ۲۵۰ تھی۔

ہ مجلس خدام الاحمدیہ اسٹیل ٹاؤن کراچی نے ضلع کراچی کے پہلے جلسہ سالانہ کے موقع پر ساڑھے آٹھ ہزار روپے مالیت کے سامان کا سٹال لگایا ۱۹۱۶ روپے کا فائدہ ہوا۔ خدام نے خوب تعاون کیا۔

ہ مجلس خدام الاحمدیہ اورنگی ٹاؤن کراچی کے زیر اہتمام جلسہ سیرۃ النبیؐ کا انعقاد ہوا جس میں ۲۸ خدام شامل ہوئے۔

وقارِ عمل

"میرا مقصد وقارِ عمل سے یہی تھا کہ قومی کاموں کے علاوہ جہاں تک ہو سکے خدام انفرادی کام بھی کریں اور غریبوں، یتیموں اور بیواؤں کے کام کرنے میں عار محسوس نہ کریں"۔ (حضرت مصلح موعود)

٭ مجلس خدام الاحمدیہ مغلپورہ لاہور نے ۴ وقارِ عمل کئے جن میں ۱۵۹ خدام تمام حلقہ جات سے شامل ہوئے۔ ۱۸½ گھنٹے وقت صرف ہوا۔ ان وقارِ عملوں میں ایک دیوار گرائی گئی اور ایک تعمیر کی گئی۔ سٹیج بنایا گیا۔ صفائیاں ہوئیں۔ قناتیں لگائی گئیں۔ پرانی چھپائی گئیں اور بینرز لگائے گئے۔

٭ خدام الاحمدیہ ضلع سرگودہا کی ۱۳ مجالس میں ۴۳ مثالی وقارِ عمل ہوئے ۳۵۷ خدام نے حصہ لیا اور ۵۲ گھنٹے وقت صرف ہوا۔ ان میں قبرستان کی صفائی، راستوں کی درستی اور بیوت الذکر کی صفائی کی گئی۔

٭ نیز خدام الاحمدیہ ضلع سرگودہا کی ۱۲ مجالس میں خدام و اطفال کی تربیتی کلاسز کروائی گئیں جن سے ۶۳۸ خدام نے استفادہ کیا۔

سائیکل سفر

٭ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور کے زیرِ اہتمام ایک سائیکل سفر کا پروگرام تشکیل دیا گیا۔ اس سائیکل سفر میں مندرجہ ذیل مجالس کی نمائندگی ہوئی:۔ دارالذکر، مغلپورہ، سلطان پورہ، دہلی گیٹ، گلبرگ، ماڈل ٹاؤن، اسلامیہ پارک، ٹاؤن شپ، وحدت کالونی، سمن آباد، شاہدرہ ٹاؤن۔ اس سائیکل سفر کی منزلیں ہانڈو گجر، اڈہ چھبیل اور ڈھیاریہ کی مجالس تھیں۔ یہ سائیکل سفر ہر لحاظ سے بہت دلچسپ تھا۔ پکنک منائی گئی۔ کھیلیں ہوئیں۔

کل گیارہ مجالس کے ۹۳ خدام نے ۲۲۰ کلومیٹر سفر کیا ۱۹½ گھنٹے وقت صرف ہوا۔

صنعت و تجارت کا فروغ
بے روزگاری کا خاتمہ

بے روزگاری صرف ہمارے ملک کا ہی مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ پوری دنیا کے لئے بہت بڑا مسئلہ بنتا جا رہا ہے ہمارے ملک میں بے روزگاری کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اکثر نوجوان اپنی تعلیم مکمل کر لینے کے بعد اسی انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں کہ انہیں ان کی قابلیت اور معیار کے مطابق ہی نوکریاں ملیں جبکہ ہمارے پیارے ملک میں ایسے بے شمار ذرائع موجود ہیں جنہیں ہم اختیار کر کے معاش کے قابل ہو کر اپنے ملک کی ترقی میں بہترین مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ مگر بدقسمتی سے چھوٹے چھوٹے کاموں کو باعثِ عار سمجھنے اور حقیر جاننے کا رجحان پایا جاتا ہے اور یہی رجحان بے روزگاری کا باعث بن رہا ہے۔ بے روزگاری شخصی اور قومی دونوں لحاظ سے بہت مضر ہے۔

بانیٔ تنظیم خدام الاحمدیہ حضرت فضل عمر (اللہ آپ سے راضی ہو) نوجوانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"پس میں نوجوانوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ تعلیم محض اس لیے حاصل نہ کریں کہ اس کے نتیجہ میں انہیں نوکریاں مل جائیں گی۔ نوکریاں قوم کو کھلانے کا موجب نہیں ہوتیں۔ ..... اگر تم تجارتیں کرتے ہو، صنعتوں میں حصہ لیتے ہو، ایجادوں میں لگ جاتے ہو تو تم ملک کو کھلاتے ہو اور یہ صاف بات ہے کہ کھلانے والا کھانے والے سے بہترین ہوتا ہے۔ نوکریاں بے شک ضروری ہیں لیکن یہ نہیں کہ ہم سب نوکریوں کی طرف متوجہ ہو جائیں ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ ہم زیادہ سے زیادہ پیشے اختیار کریں تاکہ ملک کو ترقی حاصل ہو اور کم سے کم ملازمتیں کریں۔ صرف اتنی جن کی ملک کو اشد ضرورت ہو۔"

"پس سمجھدار نوجوانوں کا کام ہے کہ وہ اپنے ملک کے حالات اور ماحول پر غور کریں اور دیکھیں کہ ملک اور قوم کی ترقی کے کونسے ذرائع ہیں۔ ان ذرائع کو استعمال کریں تا ملک ترقی کرے ..... اگر نوجوان اس طرف توجہ کریں تو بے شک وہ ابتداء میں تکلیف بھی اٹھائیں گے لیکن آخر میں ایسے حالات پیدا ہو جائیں گے جو ان کے ماحول اور ملک کے لئے مفید ہوں گے۔"

مہتمم صنعت و تجارت
مجلس خدام الاحمدیہ
پاکستان

بسے ہیں جب سے وہ پردیس جا کر

وہاں شاید کسی کا دِل دُکھا تھا
زمیں پیاسی رہی بادل نہ ٹھہرا
مسلسل جستجو تھی خوب تر کی
کہیں پہ بھی یہ مَن پاگل نہ ٹھہرا
نہیں انساں کوئی جو مطمئن ہو
نہ کوئی شہر جو مقتل نہ ٹھہرا
مرا کُرتہ بھی پیچھے سے پھٹا تھا
یہ میرے مسئلے کا حل نہ ٹھہرا
سجائے اپنے سَر سہرے عدو نے
ہماری محنتوں کا پھل نہ ٹھہرا
نہ ہو برداشت پھر بھی حوصلہ رکھ
جو سچ کہہ دے اُسے مختل نہ ٹھہرا
گِرا تو رفتہ رفتہ گِر گیا ہے
حجاب اُترا تو پھر آنچل نہ ٹھہرا
بسے ہیں جب سے وہ پردیس جا کر
کسی کی آنکھ میں کاجل نہ ٹھہرا

امۃ الباری ناصر

ہم سانس میں اُسی کی خوشبو ہے

میرے من کے سُونے سے آنگن میں اک چشمہ پیاسا رہتا ہے
کہ تیری سہانی یادوں کا اک شہر بسا سا رہتا ہے

تیرے ذکر کا جام یہ جام چلے اُلفت کے اسی میخانہ میں
میں کھویا کھویا رہتا ہوں کچھ ایسا نشہ سا رہتا ہے

ہر سانس میں اُسی کی خوشبو ہے ہر دھڑکن میں وہ پوشیدہ
اشکوں کی طرح، نظروں میں مری وہ شخص سجا سا رہتا ہے

ہر جلوت میں مجھ کو ڈھونڈے ہر خلوت میں مجھ کو پائے
اک سایہ میری کھوج میں صبح و شام لگا سا رہتا ہے

اک عجب خزاں سا عالم ہے مرے من کے ویراں گلشن میں
اس پت جھڑ کے موسم میں مگر اک پھول کھلا سا رہتا ہے

کب آئیں وہ گھڑیاں آنگن میں یہ کوئی اُنہیں جا بتلائے
یہ آصف تو تیری راہوں میں پڑا عمر تماسا رہتا ہے

ڈاکٹر عارف آصف
حیدر آباد

سال ۱۹۸۹-۱۹۸۸ء میں
نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والی
مجالس خدام الاحمدیہ:

مقابلہ بین المجالس برائے سال ۱۹۸۹-۱۹۸۸ء میں حسن کارکردگی کی بناء پر مجالس مقامی میں سے

۱۔ مجلس خدام الاحمدیہ وحدت کالونی لاہور — اول
۲۔ مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ — دوم
۳۔ مجلس خدام الاحمدیہ سٹیل ٹاؤن کراچی — سوم
۴۔ مجلس خدام الاحمدیہ شیخوپورہ شہر — چہارم
۵۔ مجلس خدام الاحمدیہ منڈی فاروق آباد ضلع شیخوپورہ — پنجم
۶۔ مجلس خدام الاحمدیہ گلبرگ لاہور — ششم
۷۔ مجلس خدام الاحمدیہ عزیز آباد کراچی — ہفتم
۸۔ مجلس خدام الاحمدیہ شاہدرہ فیکٹری ایریا — ہشتم
۹۔ مجلس خدام الاحمدیہ اورنگی ٹاؤن کراچی — نہم
۱۰۔ مجلس خدام الاحمدیہ سلانوالی ضلع سرگودھا — دہم

اللہ تعالیٰ ان مجالس کے لئے یہ اعزاز مبارک فرمائے۔

معتمد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

بقیہ: مجلس سوال و جواب از صفحہ ۱۱

بھجوائے ہیں (i) مکرم امان اللہ امجد صاحب ربوہ
(ii) انیس احمد خان صاحب مغلپورہ لاہور۔

ہم معذرت خواہ ہیں کہ آپ کے جواب ہم شائع نہیں کر سکتے تھے۔ البتہ جواب بذریعہ ڈاک بھجوائے جا رہے ہیں۔ شکریہ!

بقیہ: ہمارا مطمح نظر.... از صفحہ ۱۶

وہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی پیش کردہ تفسیر قرآن کے علاوہ اور کہیں نہیں مل سکتی اس لئے ضروری ہے کہ ہم قرآن کریم اور احادیث نبوی ؐ کو سمجھنے کے لئے جو ہمارے لئے بنیادی اہمیت رکھتے ہیں کتب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا بھی مطالعہ کریں۔" (الفضل ۲۹ / اکتوبر ۱۹۷۷ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر دو ذرائع اختیار کرنے کی مخلصانہ توفیق عطا فرمائے۔ آمین

MONTHLY **KHALID** RABWAH

Regd. No. L5830

March 1990